اسلام کا اثر یورپ پر

قاضی احمد میاں اختر

مکاتیب اکبر۔ اکبر الہ آبادی مرحوم کی شاعرانہ لطیفہ سنجیاں عالم میں مشہور ہیں

مرحوم کی نثر میں نکتہ نوازیوں سے لوگ بالکل ناواقف ہیں۔ وہ نظم کی طرح اپنے خطوط

نثر بھی نہایت دلکش و دلچسپ لکھتے تھے۔ انکے خطوط کا یہ مجموعہ عنقریب شائع کیا جائے گا

(دائرۂ ادبیہ لکھنؤ)

۷۸۶

سلسلۂ دائرۂ ادبیہ (۶)

اسلام کا اثر یورپ پر

از

قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڈھی

جسمین یورپین اہل الرائے مصنفین کے اقوال سے
ثابت کیا گیا ہے کہ یورپ تمدن و تہذیب
اور ترقی علوم و فنون مین
مسلمانون کا رہین منت ہے

کیسریداس سیٹھ کے اہتمام سے نولکشور پریس لکھنؤ مین چھپوا کر
سنہ ۱۹۲۲ء مین
دائرۂ ادبیہ لکھنؤ نے شائع کیا

بار اول | قیمت مجلد سنہری ۱۲؍ ار | غیر مجلد ۴؍

مولانا سلیمان ندوی کی رائے

اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین نے قاضی صاحب کے متعدد علمی مضامین اُردو رسائل مین پڑھے ہونگے قاضی صاحب کو علمی مباحث سے خاص ذوق اور دلچسپی ہے۔ وہ عربی کے عالم اور انگریزی زبان سے واقف ہین نظامی پر اُردو مین ایک محققانہ رسالہ لکھا ہے آجکل وہ ابن ساعد اندلسی کی طبقات الامم کا اُردو مین ترجمہ کر رہے ہین جو علوم و فنون کی تاریخ مین عربی زبان کی سب سے بہتر کتاب ہی،

یہ مضمون قاضی صاحب نے بڑے استقصا سے لکھا ہی اور اپنے دعوون کو خود یورپین مورخین کے اعترافات سے ثابت کیا ہی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کا اثر یورپ پر

تمدنی اثرات

"کسی قوم کو برباد کر دینا۔ اسکی کتابوں کو جلا دینا۔ اسکی یادگاروں کو منہدم کر دینا ممکن ہے لیکن جو کچھ اثر وہ قوم چھوڑ گئی ہے وہ کائنات کی بنیادوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔ انسان کی قوت اسکو اکھیڑ نہیں سکتی۔ اور صدیوں کی صدیاں بھی بمشکل اسکو مٹا سکتی ہیں" (لیبان)

اہل عرب کا تمدن ہر قوم کا تمدن اس سے پہلے کی قوموں کے تمدن کا آئینہ ہوتا ہے۔ جسمیں ان قوموں کی تہذیب و تمدن کے خط و خال پوری طرح نظر آتے ہیں۔ ہر خیابان میں زمانۂ گذشتہ کا اثر موجود ہوتا ہے۔ اور قدرت کا یہ ایک قانون ہے کہ ہر قرن اپنے قرون ماقبل سے مستفید ہوتا ہے۔ اگرچہ اسمیں کسی قسم کی صلاحیت زیادہ ایجاد ہے تو وہ اپنی یادگاریں آئندہ زمانہ کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔ کسی قوم کا بھی قانون [illegible] ہے۔ [illegible] کی مسلسل تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ تمدن یونان کا

اشور اور قدیم مصر ہی۔ اس میں شک نہیں کہ مصریوں نے بھی اپنے تمدن کی بنیاد اپنے سے پیشتر کی اقوام کے تمدن پر رکھی ہوگی۔ دنیا کی قدیم ترین اقوام اہل عرب۔ اہل یونان۔ رومی۔ اہل فینشیا اور اہل یہود وغیرہ نے اپنے سے پیشتر کی قوموں سے تمدن سیکھا کیونکہ ایسا کرنے پر مجبور تھیں۔ اور یہ تو ناممکن ہی کہ ہر زمانہ میں ہر قوم کو از سر نو اپنا تمدن شروع کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ پس لازم ہی کہ ہر قوم اپنے سے پہلے گذری ہوئی قوموں کے تمدن کو اخذ کرے اور اُسمیں اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ اضافہ کرے۔

اہل عرب، جنکا تمدن تمام دنیا کی قدیم و جدید اقوام سابقہ وحال میں ایک ممتاز درجہ رکھتا ہی۔ اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ رہ سکے۔ اور اُن کو بھی قانون مذکورۂ بالا کے مطابق اپنے ماقبل کی اقوام کے اثرات قبول کرنیکی ضرورت لاحق ہوئی۔ مگر تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوگئی ہی کہ بعض قوموں کی فطری ذکاوت اور قوت اختراع اس درجہ ہوتی ہی کہ وہ اپنی پیشتر و قوموں کے تمدنی اثرات سے مغلوب ہوکر اس تمدنی مادّہ کو جو انکے ہاتھ آتا ہی تبدیل کرکے اپنے خیالات وحوائج کے مطابق بنالیتی ہیں۔ اس امر میں نہایت جرأت کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہی کہ کوئی قوم اہل عرب سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ بلکہ اُنکے بعد بھی جن قوموں نے اس مشہور قوم کی تقلید کی وہ بھی سوا اسکے کہ اقوام مختلفہ کے تمدن سے

مختلف باتیں جن میں کوئی مزید اضافہ نہ کر سکے۔

اہل عرب کی تمدنی ترقی کے اسباب

تمام شعبہ جات تمدن میں عربوں کا حیرت انگیز سرعت سے ترقی کر جانا، ایسی ترقی جو اہل عرب کو ایک صدی میں حاصل ہوئی، اور دوسری قوموں کو کئی ہزار برس کے بعد بھی حاصل ہونا ناممکن تھا، یقیناً حیرت انگیز ہے۔ اس فوری ترقی کے اسباب کیا تھے؟ اور کن وجوہ سے یہ قوم اسقدر سرسبز اور کامیاب رہی؟ اسکے جواب میں صرف یہی کہنا کافی ہوگا کہ مذہب اسلام ہی کی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ جسکی بدولت اس قوم کو، نیز ہر اس قوم کو جو اسکے زیر اثر رہی، اسقدر اعلیٰ وارفع تمدن نصیب ہوا۔ اور وہ دنیوی ترقیوں کی اس حد تک پہنچ گئی جہاں پہنچنا انسانی ترقی کی آخری حد ہے۔

دنیا کی وہ تمام اقوام جن پر اسلام کا پرتو پڑا۔ روشنی تمدن سے جگمگا اٹھیں اسلام اپنے ایمان، عقائد۔ اور خدا پرستی کے ساتھ جہاں جہاں گیا۔ علم و حکمت و تمدن اسکے ہمرکاب تھے۔ عرب۔ مصر۔ فارس۔ شام۔ اندلس۔ مراکش۔ ترکستان۔ ہندوستان۔ اسلام جہاں گیا۔ ایک آفتاب تھا جس نے تمام دنیا کو علم و حکمت کی روشنی سے منور کر دیا۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کے لئے جو احکام صادر کئے ہیں۔ وہ وہی ہیں جو ہر قوم کو اسکی پیروی سے شائستگی اور تمدن کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز کرتے، اور اسکو دنیا

کی تمام قوموں میں ممتاز جگہ دلانے میں پُر اثر ثابت ہو چکے ہیں۔ ہم اپنے اس دعویٰ کی تائید میں ایک فاضل امریکن مصنف کی رائے پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:-

"دنیا میں اکثر کامیابی ہی صداقت کا معیار رہی ہے۔ اہل اسلام اپنی رفتار تمدن کی سرعت، اور اسکی شان وشوکت کے ثبوت میں اپنے پیغمبر کی دعوت الہامی کو پیش کر سکتے ہیں ....

یہ خیال کرنا قطعی غلط فہمی ہے کہ اہل عرب کی ترقی بزور شمشیر ہوئی۔ ممکن ہے کہ شمشیر انسان کے مسلمہ عقاید قومی کو بدلدے۔ مگر وہ انسانی ضمائر پر اثر نہیں ڈال سکتی۔ اگرچہ شمشیر کی حجت قوی ہے۔ مگر اس سے بھی بڑھکر ضرور کوئی اور قوی چیز ہونی چاہیئے۔ قبل اسکے کہ اسلام ایشیا اور افریقہ کی خانگی زندگی میں سرایت کر گیا، قبل اسکے کہ عربی دنیا کی کئی مختلف قوموں کی زبان بنگئی" (انٹیلیکچوئل ڈیولپمنٹ آف یورپ جلد اول صفحہ ۳۳۲۔ از ڈاکٹر ڈریپر)

ڈاکٹر ڈریپر کے اس فلسفیانہ استدلال سے ناظرین بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ جس چیز نے مسلمانوں کو دنیا کی تمام قوموں پر فتحیاب بنایا اور اُن کو اس عظیم الشان تمدن کا بانی ٹھہرایا۔ وہ مذہب اسلام کی پاک تعلیمات تھیں۔ یہ وہی مذہب اسلام ہے جسکی بدولت قرون سابقہ کے

مسلمانوں نے اسقدر رفعت و عظمت حاصل کی تھی ۔ یا آج اسپر پوری طرح
عمل پیرا نہونے کیوجہ سے اس قعر مذلت و حضیض نکبت میں پڑے ہوئے ہیں
ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم ۔ (پ۱۳ سورہ رعد)

تمدن یورپ اور اسلام | یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ اسلام نے تمدن یورپ پر گہرا اور پائدار اثر ڈالا ہے ۔ اسلام نے یورپ کے لئے ایک ایسی سنگین ۔ دیرپا اور صحیح بنیاد قائم کی جس پر اس نے اپنے تمدن و تہذیب کی عمارت تعمیر کی۔ یورپ کا موجودہ دور ارتقاء جس نے اسکو اوج کمال پر پہنچا دیا ہے وہ اسلامی اثرات کا ایک بیّن نتیجہ ہے ۔ جبکہ یورپ کا آسمان قرون وسطیٰ میں چاروں طرف وحشت و جاہلیت کی تاریکی سے گھرا ہوا تھا ۔ ایسے وقت میں اسلام کی نورانی صبح طلوع ہوئی جو تہذیب و تمدن کی روشنی پھیلاتی اور تمام آفاق پر اپنا پرتو ڈالتی ہوئی نظر آئی ۔

فرنچ مستشرق پروفیسر سدیو اہل عرب کی بیش بہا ایجادات اور انکے علوم و فنون کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

ہمارے موجودہ دور تمدن کے ہر ایک شعبۂ عمل میں اہل عرب کے اثرات صاف طور پر نمایاں ہیں ۔ نویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی تک اس عظیم الشان لٹریچر کی بنیاد پڑ چکی تھی جو اب تک قائم ہے ۔ قسم قسم کی پیداواریں اور بیش بہا ایجادات جو دماغ کی حیرت انگیز فعالیت نے

اس زمانہ میں کیں اور اُن کا اثر مسیحی یورپ پر پڑا - اس سے ہمارے اس خیال کو تقویت پہنچی ہے کہ اہل عرب نے تمام چیزوں میں ہماری رہنمائی کی ہے - ایک طرف ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کے لئے ہم بے اندازہ مواد پاتے ہیں جو سفرنامے اور سوانح عمریوں میں بکثرت موجود ہے - دوسری طرف ہم بے نظیر صنعت و حرفت اور اصول انجینیری بالفعل و بالخیال - اور دیگر علوم و فنون میں اُن کے اہم انکشافات کو معلوم کرتے ہیں - کیا یہ سب باتیں اُن لوگوں کے کارناموں کو واضح اور نمایاں نہیں کرتیں جو بہت مدت سے حقارت اور نفرت سے دیکھے جاتے ہیں (ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۰)

اس سے زیادہ ایک یورپین علم تاریخ کا ماہر تمدن یورپ پر اسلام کے اثرات کا کیا تذکرہ کرسکتا ہے - اس سلسلہ میں ایک اور یورپین مورخ کا قول یہاں نقل کرتے ہیں - ڈاکٹر گستاؤلی بان لکھتا ہے :-

"عربوں کا اثر مغرب کی زمین پر بھی اتنا ہی ہوا جتنا کہ مشرق میں ہوا - اور انہی کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا" (تمدن عرب مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی صفحہ ۱۳)

تمدن یورپ پر اسلامی اثرات کی ابتدا

تمدن یورپ پر اسلامی اثرات کی ابتدا صلیبی لڑائیوں کے زمانہ سے جو اہل یورپ اور عربوں کے باہمی اختلاط کا زمانہ ہے ہوتی ہے جو یورپ میں تہذیب و تمدن کی اشاعت کا ایک مفید ترین ذریعہ ثابت ہوا - مختلف ذہنی اور دماغی کارروائیوں کی ابتدا جن سے

پ میں علوم وفنون کی تجدید ہوئی اسی زمانہ سے شروع ہوئی ہے جب کہ
اسلام ترقی و تہذیب کی شمعیں ہاتھوں میں لئے ہوے تمام دنیا میں
ے جا رہے تھے۔ اسوقت یورپ سراسر تعصب اور جہالت کے قعر ظلمت میں
ہا ہوا تھا، اسوقت یورپ کی حالت میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہو گیا
پ نے بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھڑا لینے کے لئے
وں کو اُبھارنا شروع کیا۔ مذہبی جوش نے مسیحی دنیا کو اہل اسلام سے
ست وگریبان ہونے کے لئے مسلح کر دیا۔ بڑے بڑے معرکے اور سخت خونریزیاں
وئیں جو اسکا لازمی نتیجہ تھیں لیکن یہ لڑائیاں ایک حد تک مفید ثابت
وئیں۔ انہی محاربات صلیبی کی بدولت اسلام کا تمدنی اثر یورپ پر
ے انتہا پڑا۔ محقق لیبان لکھتا ہے۔

"جسوقت ہم اُن تجارتی تعلقات اور صنعتی و حرفتی ترقیوں پر جو صلیبیوں
کے مشرق جانے سے پیدا ہوئیں نظر ڈالیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہی صلیبی
جنگیں تھیں جنھوں نے یورپ سے وحشیانہ اخلاق و اوضاع کو دور کیا
اور وہ رجحان طبیعت پیدا کر دیا جس علمی و ادبی ترقی نے جو یورپ میں العلوم
کے ذریعہ سے شایع ہوئی، وہ اثر ڈالا ہوا ایک دن یورپ کی نشاۃ الثانیہ

له دیکھو گزو کی تاریخ تمدن یورپ جلد اول صفحات ۱۲۰-۱۵۹-۱۵۷-۱۵۵-۱۵۴، علوم عرب جرجی
زیدان صفحہ ۲۱۷، تمدن عرب صفحہ ۳۰۸ و ۳۰۶- زبدۃ الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۵۹ -

کی صورت میں ظاہر ہونے والا تھا" (تمدن عرب صفحہ ۳۱۲)

اسلام کا اثر کلیسا پر۔ رومن کیتھولک چرچ پر ایک مدت تک پوپ کی استبدادی حکومت رہی تھی، وہ جسکو چاہتا سزائے جابرانہ دیتا۔ روح القدس کے اس مذہبی پیشوا نے تمام لوگوں کو توہمات باطلہ میں اسقدر پھنسا رکھا تھا کہ وہ اندھوں کی طرح بھٹکتے تھے۔ کورانہ تقلید اُن کا شعار تھا، وہ دین مسیحی کے اس مقدس گروہ (پاپاؤں) کے اشارہ پر اپنی جان تک دیدینا کوئی بات نہ سمجھتے تھے۔ پاپاؤں نے یہاں تک تو اپنے اختیارات کو ناجائز طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا کہ لوگوں سے بڑی بڑی رقمیں بطور رشوت وصول کرتے تھے۔ جو عفو گناہ کا بہترین ذریعہ خیال کیا جاتا تھا۔ وہ اپنے تئیں اس بات پر قادر سمجھتے تھے کہ چاہیں ایک کو جنت میں بھیجدیں اور دوسرے کو دوزخ میں جھونک دیں۔ مختصر یہ کہ اس وقت یورپ کے مذہبی مطلع پر سراسر وحشت وجاہلیت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور پیروان دین مسیح اپنے ان خونخوار مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ سے سخت تکلیف اور عذاب میں مبتلا تھے مگر جبکہ ان کو مسلمانوں سے بذریعہ صلیبی جہادات کے سابقہ پڑا۔ اور اُنھوں نے اسلامی اسپرٹ کا مشاہدہ کیا اور ان اخلاقی باتوں کو ملاحظہ کیا تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔ اُنھوں نے پوپ کی اس جابرانہ خودمختاری اور ظالمانہ حکومت کو توڑ ڈالنے اور اسکے

نا انصافانہ اور غیر واجبی فرایض سے انحراف کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اسلام کے اصولوں نے انکے دلوں میں کھب کر نہایت عمدہ اثر پیدا کیا، لیکن ایک مدت طویل کے انقیاد وا طاعت سے اب اُن میں وہ اخلاقی جراءت تو باقی نہیں رہی تھی کہ وہ عیسائیت کو اسلام سے تبدیل کر لیتے تاہم جو سبق کہ اُنھوں نے اسلام سے سیکھا وہ اُن کی مذہبی آزادی کیلئے ایک طویل سلسلۂ جنگ وجدال کا ذریعہ ثابت ہوا، اور بتدریج یہی اسباب باعث ہوئے اس مذہبی انقلاب اور ان مذہبی خون ریزیوں کے جن میں سے مذہب پروٹسٹنٹ پیدا ہوا" (تمدن عرب صفحہ ۳۰۸)

مارٹن لوتھر اور اصلاح رومن کیتھولک چرچ

صدیوں تک اہل یورپ کی قسمتوں کا فیصلہ پوپ کے ہاتھوں میں تھا، اور ایک ایسے شخص کی طاقت کو توڑ ڈالنا کوئی آسان کام نہ تھا سب سے پہلے مارٹن لوتھر کے دل میں کیتھولک چرچ کی اصلاح کا خیال پیدا ہوا۔ یہی مارٹن لوتھر جو فرقہ پراٹسٹنٹ کا بانی ہوا، اٹلی کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پاتا تھا، اور ان دارالعلوموں میں جیسا کہ تاریخی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے، ارسطالیسی اور عربی فلسفہ کا درس دیا جاتا تھا۔ ایک بات جو لوتھر کی نسبت قابل بیان ہے وہ قرطبہ۔ اور طلیطلہ میں اسکا جانا ہے جو اسوقت اسپین میں علوم عربی کے مرکز خاص تھے۔ اسلئے یہ کہنا بیجا نہوگا کہ مذہب اسلام ہی کے مطالعہ سے

کینٹبری لک چرچ میں اصلاحات کا خیال لوتھر[1] کو ہوا۔

اسلام کا اثر یورپ کے اخلاق پر۔ یہ امر بالکل قرین قیاس ہی کہ فاتح قوموں کا اثر ہمیشہ مفتوح قوموں پر کیا باعتبار مذہب اور کیا بلحاظ اخلاق ومعاشرت ہر حیثیت سے کچھ نہ کچھ ضرور پڑتا ہی۔ چنانچہ جب اہل اسلام اپنے زمانۂ عروج میں مغربی اقوام کے ساتھ معرکہ آرا ہوے، اور فاتحانہ حیثیت سے انکے ممالک میں داخل ہوے تو ایک عرصۂ دراز کے باہمی اختلاط اور میل جول سے اُن کی زندگی کے ہر شعبۂ عمل میں نمایاں اثر پڑا۔

ڈاکٹر لیبان لکھتا ہی

"تمدن اسلامی کا بہت ہی زبردست تسلط تمام عالم پر رہا ہی، مگر اس تسلط کے بانی صرف عرب[2] تھے۔ نہ وہ مختلف اقوام جنھوں نے انکے مذہب کو اختیار کیا۔ عرب کے تسلط اخلاقی نے یورپ کی ان اقوام وحشی کو جنھوں نے رومیوں کی سلطنت کو تہ وبالا کیا۔ انسان بنادیا۔ انکے علمی اور دماغی تسلط نے یورپ کے لئے علوم وفنون اور ادب وفلسفہ کا جس سے وہ بالکل

[1] لوتھر نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا تھا اسکی شہادت خود اسکا ترجمۂ قرآن در زبان لاطینی ہے جو آج بھی دستیاب ہوتا ہی۔ اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ وہ علوم اسلامیہ سے اچھی طرح واقفیت رکھتا تھا۔
[2] عرب ہوں یا دیگر اقوام اس سے ہمیں سروکار نہیں ہے دیکھنا یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ بحیثیت وہ عرب ہوں یا دیگر اقوام۔

نا واقف تھا۔ دروازہ کھول دیا۔ اور چھ صدی تک یہی عرب ہمارے استاد اور ہمیں تمدن سکھانے والے رہے" (تمدن عرب صفحہ ۵۲۴)

اسکے متعلق ڈاکٹر موصوف نے خاص اپنی تحقیق سے اس نے جو نتیجہ نکالا اور جس میں ایک بہت بڑے مذہبی مصنف موسیو بار تھیلمی سینٹ ہلیئر کو اپنے ساتھ شریک کرکے اسکی کتاب متعلقہ قرآن میں اس نے جو کچھ لکھا ہے اسکو اپنے خیال کی تائید میں پیش کرتے ہوئے اسطرح رقمطراز ہے:-

عربوں کی معاشرت اور ان کی تقلید نے ہمارے زمانہ متوسط (مڈل ایجز) کے امراء کی زبانوں عادتوں کو درست کیا۔ اور یہ سردار بلا اسکے کہ ان کی بہادری میں کچھ فرق آتا ایسے اخلاق سیکھ گئے جو انسان میں اعلیٰ درجہ کی وقعت اور قدر رکھتے ہیں۔ یہ امر نہایت مشکوک ہے کہ صرف مذہب عیسوی وہ کتنا ہی نیک کیوں نہو، ان میں یہ ایسے اخلاق پیدا کر سکتا تھا (تمدن عرب صفحہ ۵۲۴)

آجکل کے اکثر عیسائی مشنری ہماری عورتوں کے متبذل حالت کو دیکھکر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو ہمیشہ متبذل حالت میں رکھا مگر جس شخص کو مذہب اسلام کا سرسری علم ہوگا وہ ضرور اقرار کریگا کہ عورت کا جو درجہ اسلام میں ہے وہ کسی مذہب میں نہیں ہے۔ اہل یورپ کو آج اس امر کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ اسلام نے

اسلام نے یورپ کو عورتوں کے ساتھ برتاؤ کرنا سکھایا

انکو عورتوں کے ساتھ برتاؤ کرنا سکھایا، اور انسانی تاریخ کے اس عہد میں
ان کے لئے فلاح وبہبود کی راہ نکالی جبکہ وہ دنیا میں وحشیوں سے بہتر نہ تھے
اہل یورپ کی ہیئت اجتماعیہ کے ضوابط و آئین کے گہرے مطالعہ سے
یہ بات منکشف ہوجائیگی کہ اس زمانہ میں صنف نازک کی حالت نہایت
قابل رحم تھی۔ انکے حقوق پامال کئے جاتے تھے۔ وہ کسی ترکہ یا املاک کی
وارث نہ سمجھی جاتی تھیں۔ حتی کہ نکاح کے بعد بھی ان کو کسی چیز کی جو خود
ان کی ملکیت سے ہوتی، خرید و فروخت کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ غرضکہ وہ
غلاموں سے بدتر تھیں۔ اور بچے پیدا کرنے کی مشین خیال کیجاتی تھیں
ان لوگوں کے مذہبی احکام اس ظالمانہ سلوک کی روک تھام نہ کرتے تھے
یہ صرف اسلام ہی تھا جس نے فریق ثانی کی ارتباطی و تمدنی حالت میں
ایک خوش آیند انقلاب پیدا کر دیا۔ اسلام نے دونوں فریقوں کے
درمیان مساوات قائم کرنے کے اصول بتلائے کما قال اللہ تعالے

ولھن مثل الذین علیھن (بقرہ) تمہاری عورتوں پر اور انکو تم پر حقوق حاصل ہیں

عاشروھن بالمعروف (نساء) عورتوں کیساتھ عمدہ زندگی بسر کرو۔

عورتوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں اُن کی عزت و حرمت کے خیال
رکھنے کا بھی حکم اسلام ہی نے دیا۔

قولوا لھم قولا معروفا

ارشاد نبویؐ ہے :-

خیرکم خیرلنسائکم   تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی عورتوں کیلئے اچھے ہیں

اس سے بڑھکر یہ کہ

الجنۃ تحت اقدام الامہات   جنت ماں کے قدمونکے نیچے ہے۔

پیغمبر اسلام کی یہ پاک اور مقدس تعلیم "عورت" کے رتبہ کا نقش دل پر بٹھانے والی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کا کیا درجہ ہے۔

آج یورپ کو بڑے فخر کے ساتھ اس بات کا دعویٰ ہے کہ جو رتبہ عیسائی دنیا نے عورتوں کا قائم کر رکھا ہے وہ مذہب اسلام میں نہیں ہے۔ لیکن وہ اپنے گریباں میں ذرا منہ ڈال کر دیکھیں کہ کیا وجہ ہے کہ باوجود یورپ کے عورتوں کا اسقدر احترام کرنے کے بھی اُن میں اقتراعیات (سفرجیٹ) کا ایک خونخوار گروہ پیدا ہوگیا ہے جن سے آئے دن ہر وقت ملک اور حکومت کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ اور اُن میں سے اکثر اب اس خیال پر اُتر آئے ہیں کہ یہ ہی نتیجہ اس بیجا رواداری کا جو یورپ نے عورتوں کے بارے میں جائز رکھی ہے۔

ہر کس از دست غیر می نالد   سعدی از دست خویشتن فریاد

لیکن مذہب اسلام نے جن اصولوں پر عورتوں کا درجہ قائم کیا ہے

وہ ایسے عمدہ اور باضابطہ ہیں کہ آج تک دنیاے اسلام میں خدا کے فضل سے کوئی گروہ ایسا پیدا نہیں ہوا جسکو اپنے ناخن بڑھا بڑھا کر اپنے ہم قوم و ہم مذہب مردوں کے گلوں پر چھری اور خنجر کی بجاے چبھونے کی ضرورت پڑی ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟

ایک دوسرا نکتہ جو قابل بیان ہی اور مدت تک موضوع بحث رہا ہی وہ مسئلہ غلامی ہی۔ رسم غلامی کے خلاف تحریک کرنے والوں نے جنھوں نے اس جابرانہ فعل کی برباد دی ہیں نمایاں حصہ لیا۔ اس الزام کو مسلمانوں کے سر تھوپ دیا۔ انھوں نے اس بات کو پیش نظر نہیں رکھا کہ غلامی کو جو اسلام نے جائز رکھا وہ بالفعل ایسی غلامی نہ تھی جو عیسائیت نے بہت ہی قریب زمانہ میں جائز رکھی تھی یا وہ امریکن غلامی جسکا استیصال ۱۸۶۵ء کی مقدس لڑائی سے ہوا۔

اسلام نے گو غلاموں کو قطعاً آزاد نہیں کر دیا مگر رحم و انصاف کے لحاظ سے ایسے عمدہ تغیرات طبعی مسئلہ غلامی میں کئے جن سے غلاموں کی حالت زیادہ مضبوط و مستحکم ہو گئی۔ اور سچ پوچھئے تو ایک براے نام غلامی تھی جسکو غلامی کہنا سراسر بے انصافی ہی۔ تاریخ یورپ میں رومی تمدن کا بہترین زمانہ گذرا ہی۔ اسوقت کے غلاموں کی قابل رحم حالت کا اندازہ عبارت ذیل سے بخوبی ہو سکیگا۔

"اصل رومن لاء کے مطابق آقا کی حکومت غلام پر اسقدر وسیع تھی کہ وہ چاہے اسکو مارے یا جلا دے، اسکو کسی قسم کی ملکیت پر قابض ہونیکا حق حاصل نہ تھا۔ اور جو چیزیں اسکی ضروریات کی ہوتیں وہ سب آقا کے قبضہ و تصرف میں رہتیں۔ فوجی ملازمت یا کسی ریاستی عہدہ میں داخل ہونے پر غلام کو سزائے موت دیجاتی تھی۔ اسکو عموماً عدالت میں بطور گواہ پیش ہونیکا حق حاصل نہ تھا۔ اور قانون تعزیرات کا جرمانہ غلام کیلئے سخت ترین ہوا کرتا تھا۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۵ صفحہ ۲۱۹)

سطور محولہ بالا سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ یورپ کی تاریخ میں رومی تمدن کا بہترین زمانہ گذرا ہے۔ اور ایسی متمدن حالت میں بھی یورپ نے غلاموں کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک روا رکھا۔ اسلئے یہ کہنا کچھ مبالغہ نہوگا کہ نسبتہً بہت ہی قریب زمانہ گذرا ہے کہ یورپ تبدل غلامی کی حالت میں مبتلا تھا۔ (نائنٹینتھ سینچوری بابتہ ستمبر ۱۹۰۱ء مسٹر امیر علی کا مضمون "اسلام" صفحہ ۳۷۳)

"اسلام نے جو حقوق غلاموں کیلئے مقرر کئے ہیں وہ وہی ہیں جو عوام الناس کے ہیں۔ اسلام میں "آج کا غلام کل کا وزیر" ہوتا ہے۔ وہ بغیر کسی حرج کے اپنے آقا کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے۔ اور اسکے خاندان کا سرپرست ہوسکتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید اسکا ایک خانہ زاد غلام تھا۔ جو لوگ تاریخ اسلام سے ذرا بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ

بخوبی جانتے ہونگے کہ اسلام میں غلاموں نے سلطنتیں قائم کی ہیں۔ کون نہیں واقف کہ محمود غزنوی کا باپ سبکتگیں ایک غلام تھا۔ ہندوستان میں قطب الدین دہلی کا سب سے پہلا بادشاہ گذرا ہے وہ غلام ہی تو تھا جسکے خاندان کے سلاطین آج تک "غلام بادشاہ" کہلاتے ہیں۔ کیا عیسائیت تواریخ کے صفحات پر غلاموں کے ساتھ ایسی مساوات کی نظیر پیش کرسکتی ہے

اس مساوات پہ ہے معشر اسلام کو ناز نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر

"اسلامی غلامی" کے متعلق ہم ایک متعصب عیسائی مصنف کا قول یہاں نقل کرتے ہیں:۔

سب سے عجیب تر امر یہ ہے کہ اسلام میں غلاموں کی حالت کم متنزل رہی ہے۔ غلام خاندانوں نے معتدبہ زمانہ تک مصر اور ہندوستان میں حکومتیں کی ہیں۔ اول الذکر ملک میں ترقی کے لئے غلامی ایک لازمی ابتدا رہی ہے اور ہمکو نہیں معلوم ہوتا کہ ان فرمانرواں کی اصلیت (غلامی) سے رعایا کو انکی طرف کبھی حقارت اور نفرت کا احساس بھی ہوا ہو" (محمد ازم مصنفہ مارگولیتھ صفحہ ۲۸۹)

احکام قرآنی۔ ابطال غلامی کے لئے کسقدر عمدہ اور قابل عمل ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ۱۸۳۱ء میں مسٹر رچرڈسن نے برٹش انڈیا میں استیصال غلامی کا بل انڈیا کونسل میں پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ:۔

"غلاموں کی آزادی کیلئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہندو شاستر کے عوض قرآن مجید کو رکھا جائے"۔

جمہوریت اسلام اور یورپ اسلامی احکام سے صاف تشریح ہے کہ وہ جمہوریت کا ست بڑا حامی ہے وہ اس مطلق العنانی اور استیلائے شخصی کا بالکل مخالف ہے۔ ہیئت اجتماعیہ کے امن و امان میں خلل انداز ہو، اور اسکی ترقی کی بنیاد متزلزل کر دے۔ اگرچہ استبدادی حکومت مدت دراز تک مسلمانوں میں رائج رہ چکی ہے۔ لیکن اس سے اسلامی تعلیم پر کوئی حرف نہیں آسکتا اسلام نے جسقدر جمہوریت پر زور دیا ہے، اس کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ خاص شارع اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو یہ حکم دیا گیا کہ:۔

شاورھم فی الامر — اپنے (مسلمانوں سے معاملات میں مشورہ کیا کرو۔

اور اس تعلیم کے عملی نمونہ کی مثال کیلئے صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے بعد اپنا کوئی جانشین یا خلیفہ نامزد کرنا پسند نہ فرمایا۔

فی زمانہ اہل یورپ کو اس بات پر گھمنڈ ہے کہ ان کی حکومتوں میں جمہوریت عنصر غالب ہے۔ استبدادی اور شخصی سلطنت سے یورپ کو تقریباً ایک صدی سے نفرت ہونے لگی ہے۔ اور اگرچہ اسکو مصلحین اور احرار وطن کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن تاریخ کے ماہرین اس سے واقف ہیں کہ یہ اسلام ہی کی مقدس تعلیم کے اثرات کا سبب تھا

کہ پوپ حکومت اور جہانبانی کے ان ضوابط و آئین کو سمجھنے لگا اور ایک مدت مدید کے بعد اُسکو اصلاح حکومت کا خیال پیدا ہوا۔

مذہبی نقطۂ خیال سے مذہب عیسوی طریقۂ تقرر (حکومت) کو جائز رکھتا ہی۔ اور انجیل مقدس نے بھی اسی کی ہدایت کی ہی۔ جبکہ فرقان حمید انتخاب (الکشن) کی تعلیم دیتا ہی۔ عیسائیت نے طریقۂ تقرر کے لئے جو حکم دیا ہی وہ ذیل کی عبارت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہی۔

"رومن کیتھولک چرچ کی سب سے نمایاں خصوصیت اسکا استبدادی حکومت (Ecclasiasticalauthority) پر زیادہ زور لگاتا ہی" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۳)



علوم و فنون

یورپ میں ازمنۂ وسطیٰ میں رومی اور یونانی علوم و فنون کی ترقی کا
یانہ بالکل فراموش ہو چکا تھا، اور اسوقت اہل یورپ عملی طور پر اُن علوم
بت کچھ بھی واقف نہ تھے۔ رومی اور یونانی علوم کے زوال کے بعد سے
پ میں بھی تنزل علوم پیدا ہو گیا، اور اسوقت سے گویا تمام علمی کتابوں
ہریں لگ گئیں۔ اگر ایسے وقت میں اہل اسلام نے اس قدیم ذخیرۂ
ب کو جسمیں رومی اور یونانی علوم و فنون کے بیش بہا خزانے محفوظ تھے
فشانی اور صرف کثیر سے حاصل کر کے اپنی زبان میں منتقل نہ کر لیا ہوتا،
نھوں نے ان قدیم اقوام کی عظیم الشان یادگاروں کو فنا ہونے سے
پایا ہوتا، اور تلف ہونے دیا ہوتا، تو اسمیں ذرا بھی شک نہ تھا کہ اہل
پ جو آج تمام اقوام عالم کے پیشرو نظر آتے ہیں، تمدن و تہذیب کے
بردار نہ بن سکتے۔ ہمارا یہ دعویٰ تاریخی حقائق پر مبنی ہے، اور خود
پ کے ماہران تاریخ کو اس امر کا اعتراف ہے۔ مشہور مصنفین یورپ
قوال ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

(۱) موسیو گستاولی بان لکھتا ہے:-

صرف عربوں کی بدولت (نہ ان راہبوں کی وجہ سے جو زبان یونانی کا

نام بھی نہ جانتے تھے) تصانیف قدیمہ ہم تک پہنچی ہیں" اور دنیا کو ہمیشہ ان کا ممنون رہنا چاہیے کہ انھوں نے اس ذخیرہ بے بہا کو تلف ہونے سے بچا لیا۔ (تمدن عرب صفحہ ۵۱۴)

(۲) مارگولیتھ لکھتا ہے :-

انہی کی تصنیفات کی بدولت یورپ میں فلسفۂ یونان پھر زندہ ہوا (محمدزم صفحہ ۲۴۴)

(۳) پروفیسر رینالڈ نکلس لکھتا ہے :-

"اگرچہ مسلمانوں نے جن مختلف شعبہ جات علوم میں قیمتی اضافہ کئے اُن کو ضرور تسلیم کرنا چاہیے۔ مگر یہ تحقیقات و اکتشافات اس بار احسان کے مقابلہ میں بہت کم وقعت رکھتی ہیں جو اہل عرب نے ازمنۂ وسطی کے یورپ پر بطور رہنما یان و مشعل برداران علم کے ہیر کیا ہے" (لٹریری ہسٹری آف دی عرب صفحہ ۳۵۹)

(۴) جان کلرک رڈپاتھ لکھتا ہے :-

"علوم کی تخم افشانی اسلام کے اسکالروں نے کی اور اسلحہ ہلال نے صلیب کو اصول علمی و فنی کا درس دیا (انسائیکلوپیڈیا آف یونیورسل ہسٹری جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

ان کے علاوہ اور بھی کئی یورپین مصنفین نے اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ مگر چونکہ ان کی تصنیفات ہمارے پاس نہیں ہیں اسلیے موجودہ اقتباسات پر ہی اکتفا کرنا پڑا

تراجم[1] اور فلسفہ یونان | کسی قوم کی ترقی علم و ادب کا ابتدائی زمانہ بیرونی ممالک سے

---

[1] تراجم کیلئے دیکھو علامہ شبلی کی کتاب تراجم جو اس موضوع پر نہایت مبسوط ہے۔

صنفین کی کتابوں کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے۔ اہل اسلام بھی اس سے
ستثنیٰ نہیں رہے۔ انھوں نے قدیم اہل یونان کی تقریباً تمام تصانیف کو جو
دستبردِ زمانہ سے تلف ہوجانے کے قریب تھیں، یہی نہیں کہ اپنی زبان میں
نتقل کرلیا، بلکہ اپنا بنالیا۔ انہی کے ذریعہ سے فلسفۂ یونان کا نام پھر
زندہ ہوا۔

یونانی فلسفہ کی کتابوں کے ترجمہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ خاندان عبا
کے مشہور تاجداروں منصور، ہارون۔ اور پھر اسکے خلف الرشید مامون کے
عہد زریں میں ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یونانی منطق و فلسفہ کی تحصیل کفر و
لحاد کی مترادف تھی۔ چنانچہ یہ ضرب المثل ہوگئی تھی کہ من تمنطق فتزندق
لیکن آزادخیال مسلمانوں نے اسکی کچھ پروا نہ کی۔ اور ان خلفا کی زیرسرپرستی
یونانی علوم کا سرمایہ اپنی زبان میں منتقل کرلیا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اس
کام کے لئے "بیت الحکمۃ" قائم کیا تھا جسمیں بلالحاظ مذہب وملت بڑے
بڑے ماہرین السنا اور فضلائے وقت کو شریک کیا گیا تھا، تاکہ وہ تمام کتب
قدیمۂ یونان کا عربی میں ترجمہ کریں۔ اسکے عہد میں فلسفۂ یونان کی اکثر کتابیں
ترجمہ ہوئیں۔ اسکے بعد مامون الرشید نے اس کام کو اور ترقی دی۔ اور اسمیں
انتک کوشش کی اور اسقدر سخاوت سے کام لیا کہ جسقدر ترجمہ کیا جاتا تھا اسی
کے ہموزن سونا دیتا تھا۔ (علوم عرب جرجی زیدان صفحہ ۱۷۰)

مامون ہی کی تقلید بغداد کے اکثر امراء و اہل دول نے کی۔ اسلئے وہاں عراق۔ شام۔ فارس۔ روم۔ اور ہندوستان سے ترجمہ کرنے کے لئے حکما اور برہمن پنڈت وغیرہ آنے لگے۔ یونانی۔ فارسی۔ سریانی۔ قبطی اور لاطینی زبانوں سے مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے ترجمہ ہونے لگے۔ مامون کے بعد بھی چند خلفاء کے زمانہ تک یہی طریقہ جاری رہا اور تمام اہم کتابیں علوم قدیمہ کی عربی میں ترجمہ کرلی گئیں۔ (علوم عرب جرجی زیدان صفحہ ۱۷۰)۔

عیسائی مصنفین کی طرف سے عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے فلسفۂ یونانی کو عربی میں ترجمہ کرنے میں بہت غلطیاں کی ہیں۔ اور وہ اس زبان میں کافی مہارت نہونیکی وجہ سے فلاسفۂ یونان کے خیالات کو برابر نہیں سمجھ سکے[1]۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے اسلئے کہ جب گیارھویں صدی کے وسط میں علمائے یورپ نے یونانی فلاسفہ کی کتابوں کا ترجمہ کرنا چاہا تو انھوں نے عربی تراجم کو اصل سے قریب تر پایا۔ بلکہ جو باتیں وہ اصل یونانی میں نہ سمجھ سکتے تھے اُن کو عربی میں سمجھا چنانچہ یورپین مصنفین کو اس بات کا اعتراف ہے کہ عربی تراجم اصل کے مطابق نہایت صحیح ہیں:۔

اہل عرب کے اس اثر کی جو موجودہ دور تمدن کے تمام شعبہ جات پر پڑا ہے، سب سے واضح اور نمایاں خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے

---

[1] ۔ آئینۂ عرب (ترجمہ صنادت عرب) از لوفل آفندی صفحہ ۲۳۸ ۔

یورپ میں قدیم مصنفین یونان کا علم پہنچایا جن کی زبان تصنیفات اور نام تک قطعی فراموش ہو چکے تھے۔ نہایت حرارت کے ساتھ اس بات کو قبول کرنا چاہیئے کہ ان کثیر التعداد تراجم اور اس سے بھی زیادہ ان کثیر التعداد شرحوں نے جو اہل عرب نے قدیم اہل یونان کی تمام کتابوں پر لکھیں۔ اور جو انکے لٹریچر کو یونانی لٹریچر کا فرزند ثانی بناتی ہیں، زمانۂ حال کے لوگوں کو قدیم علوم وفنون کا پہلا خیال دلایا۔ اور بعض انہی کے تراجم ان اصلی اور قدیم مصنفین کی تصنیفات حاصل کرنے۔ اور اُن کو سمجھنے کا ذریعہ بنے۔ بقول مسٹر ہائیڈ علوم یونانی کا ایک بہت بڑا حصہ جو اصلی ذرائع سے ہمارے پاس پہنچا ہے وہ پہلے پہل ہمکو عربوں کے ہاتھ سے پہنچا" (ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۶)

اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ مسلمانوں نے کتب فلسفہ و دیگر علوم یونان کی محافظت کی اور اسکو نئی زندگی بخشی۔ اور یورپ کو نہ صرف اُن بیش بہا تصنیفات سے آشنا کردیا بلکہ انکا پڑھنا سکھایا۔ اہل یورپ کو مجبوراً ماننا پڑا ہے کہ اُن قیمتی خزانوں کے محافظ مسلمان ہی تھے۔

"اگر ہم علوم انسانی کی تمام تاریخ کا پتہ چلائیں اور اس حقیقت کو یاد رکھیں کہ یونان نے اسکندریہ سے پیشتر ہی علوم کو زندہ رکھا تو ہمکو علوم یونان کے متعلق عربوں کی محافظت کو یورپ کی علمی نشاۃ ثانیہ کے زمانہ تک ستر برس ہی سے منسوب کرنا پڑیگا" (ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۶)

یہ کہا جاتا ہے کہ فلسفہ میں مسلمانوں کی ہمت فلاسفۂ یونان کے تراجم و
ان کے شروح، تعلیمات و تلخیصات تک محدود رہی۔ اور انھوں نے بطور خود
اسمیں زیادہ ترقی نہیں کی۔ تاہم مشہور فلاسفۂ اسلام الرازی۔ کندی۔
ابن سینا۔ ابن رشد۔ امام غزالی وغیرہ نے مشاہیر فلاسفۂ یونان کے رد میں
کئی کتابیں لکھ ڈالیں اور انکے سیکڑوں نظریوں کی تغلیط کی اور انکے بیشمار
اصولوں کو محض بے بنیاد کر کے رکھدیا۔ پھر بھی یورپ آج تک باوجود ادعائے
ہمہ دانی اس سے زیادہ اور کچھ نہ کر سکا کہ اسکا تمام تر انہی مشاہیر حکمائے
اسلام کی تصنیفات پر دار ومدار رہا اور تیرھویں صدی عیسوی کی ابتدا سے
اسکے دار العلوموں میں ابن رشد ہی کا فلسفہ رائج تھا۔ ارسطو کا فلسفہ
بھی سب سے پہلے مسلمانوں ہی نے اہل یورپ کو سکھایا۔ ایک عیسائی مورخ یوں لکھتا ہے۔

"فلسفۂ ارسطو سب سے پہلے ان مسلمانوں کی بدولت یورپ میں پہنچا جنھوں نے
اسپین کو (جو اوائل قرون وسطی میں علوم وفنون کا اہم مرکز تھا) فتح کر لیا۔
تصانیف ارسطو کے عربی تراجم کے لاطینی ترجمے کئے گئے۔ اور اسطرح ارسطو کے
مسائل مسیحی بنا کے دار العلوموں سے لیکچر روموں (خطبہ گاہوں) میں سکھائے
جانے لگے" (ہسٹری آف ماڈرن فلاسفی از الاسے۔ ٹو بلو میں صفحہ ۳)

منطق استقرائی[1] فلسفہ کا ذکر کرتے ہوئے میں اپنے مضمون کی تکمیل میں قاصر رہونگا

---

[1] امور خصوصیہ سے حقائق عمومیہ کے استخراج کرنیکو طریقۂ استقراء کہتے ہیں۔

اگر میں منطق استقراء کا ذکر نہ کروں۔ یورپ میں یہ عام خیال ہے کہ منطق استقراء کی ایجاد کا سہرا لارڈ بیکن کے سر ہے۔ لیکن اہل یورپ کو یہ نہیں معلوم کہ امام غزالی نے اپنی منطقی تصنیفات[1] میں استقراء کی بنیاد ڈالی[2]۔ ڈاکٹر ڈریپر بھی استقراء کو بیکن سے منسوب کرنے کے خلاف ہے وہ لکھتا ہے :۔

"طریقۂ استقراء کو بیکن سے منسوب کرنا گویا تاریخ کو فراموش کر دینا ہے۔"

(کانفلکٹ بٹوین ریلیجن اینڈ سائنس صفحہ ۲۳۳)

لارڈ مکالے نے ایسیز[3] میں بیکن کو فلاسفہ میں سب سے اونچی جگہ بٹھایا ہے مگر وہ بھی استقراء کو اس سے منسوب کرنیکا سخت مخالف ہے۔ ڈاکٹر لیبان اس امر میں ہمارا ہمخیال ہے جبکہ وہ یہ لکھتا ہے :۔

---

[1] امام غزالی کی بعض منطقی تصنیفات یورپ میں طبع ہو گئی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب مقاصد الفلاسفہ کے چند صفحوں کا ترجمہ ڈومنیک گونڈی سالوی نے کیا۔ اور وہ ۱۵۰۶ء میں مقام وینس چھاپا گیا۔ یہ علامہ شبلی مرحوم کی نظر سے گذرا ہے۔ اسمیں منطق کے ابتدائی مسائل ہیں لیکن حسن و صفائی سے لیا تھا ان مسائل کو لکھا ہے کسی مصنف نے آج تک نہیں لکھا۔ منطق میں ایک اور کتاب امام صاحب کی ہے جسکا نام میزان العمل ہے اسلامی ممالک میں یہ کتاب بالکل نایاب ہے لیکن یورپ میں اسکا عبرانی ترجمہ جو ایک یہودی مسمی بابراہیم حصدائی نے کیا تھا۔ مانسیو گول ڈال نے لیپزیگ میں ۱۸۳۹ء میں چھاپا (دیکھو الغزالی صفحہ ۵۳-۵۴) [2] الغزالی صفحہ ۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹۔ [3] ایسیز بائی مکالے صفحہ ۴۰۷ (لندن ۱۸۹۳ء)

"تجربہ اور مشاہدہ کو اقوال اساتذہ کے مقابل میں تحقیقات علمی کے اصول قرار دینا عموماً بیکن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اسوقت تک تسلیم کرنا چاہئے کہ اسکے موجد عرب تھے۔ کل محققین یورپ علی الخصوص ہمبولڈ جرمنی سیاح جنھوں نے عربی تصنیفات کو دیکھا ہے اب اس امر کے قائل ہیں (تمدن عرب)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسطرح فلسفہ میں یورپ والے مسلمانوں کے خرمن علم کے خوشہ چین رہے ہیں۔ اسی طرح منطق میں بھی وہ اُن کے دست نگر بنے۔ ڈاکٹر نوفل لکھتا ہے!-

"كما اخذ الافرنج اكثر علومهم عن العرب اخذوا كذالك عنهم علم المنطق ايضاً ولكن على الوجه الذي اشرنا اليه) ودام عندهم على هذه الصورة الى اواخر الجيل السادس عشر للميلاد" (زبدة الصحائف في اصول المعارف صفحه ۱۱ طبع ناصری بمبئی)

جسطرح اہل فرنگ نے اکثر علوم عربوں سے لئے اسیطرح علم منطق بھی اُنھوں نے انکی حاصل کیا مگر وہ بھی اسطرح جیسا کہ ہمنے بیشتر اسکی نسبت اشارہ کیا ہے، یعنی بلا طبعیہ تراجم کے ذریعہ سے اور جو غلطیاں اُنھوں نے کی تھیں انکو ویسا ہی قائم رکھکر) اور اسی صورت میں یہ علم اُن کے ہاں سولھویں صدی کے آخر تک قائم رہا۔

نظریۂ ارتقاء "ایولیوشنری تھیوری" یا نظریۂ ارتقاء چارلس ڈارون کی اولیات میں شمار ہوتا ہے جسمیں اُس نے نسل انسانی کی ابتدا کا سراغ لگایا ہے۔ اور

ثابت کیا ہے کہ انسان پہلے جماد تھا، پھر نبات ہوا، اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے حیوان کی شکل میں آیا، جسکی ہیئت اولین بندر کی تھی۔ اسکی نسبت ہمارے ظریف الطبع شاعر کی یہ پھبتی مشہور ہے :-

بنے بندر سے ہم انسان ترقی اسکو کہتے ہیں
ترقی پر بھی نیٹو بد نصیبی اسکو کہتے ہیں

آج اکثر تعلیم یافتہ مسلمان واقف ہیں کہ اس مسئلہ کو سب سے پہلے دنیا میں پیش کرنے والے انہی کے اسلاف تھے۔ ہم اپنے مضمون میں تفصیل کی گنجائش نہیں پاتے، ورنہ حکمائے اسلام کی تصنیفات سے دکھاتے کہ کس طرح انھوں نے اس نظریہ کو ثابت کیا ہے اور ڈارون کے نظریہ کے ساتھ اسکو کیا مطابقت ہے۔[1]

بعض عیسائی علمائے سائنس بھی اس سے بیخبر نہیں ہیں کہ اس مسئلہ کے سب سے پہلے موجد مسلمان ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے :

"بعض وقت تعجب ہوتا ہے جب ہماری نظر ایسے خیالات پر پڑتی ہے جنکی نسبت از راہ فخر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان خیالات کے موجد ہونے کا شرف ہمیں کو حاصل ہے۔ مثال کے طور پر نظریۂ ارتقاء و ترقی کو لے لو جسکو ہم اپنے زمانہ کا انکشاف سمجھتے ہیں، حالانکہ اس مسئلہ کی تعلیم اس سے بہت پہلے ان کے

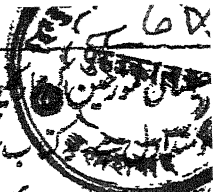
---

[1] دیکھو کتاب "معارج الدین" مصنفہ پروفیسر نواب علی ایم اے (بڑودہ کالج) جو انکی بے نظیر تصنیف ہے۔ اس سے ہمارے اس قول کی تصدیق ہو سکے گی۔

مسلمانوں کے مدارس میں دیجاتی تھی، اور ہم تو اسکے محدود ہی معنی لیتے ہیں لیکن وہ ہم سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں اور اجسام غیر عضوی تک کو بھی اسکے دائرہ عمل میں داخل سمجھتے ہیں (کانفلکٹ بٹوین ریلیجن اینڈ سائنس صفحہ ۱۱۸)

دنیا جانتی ہے کہ فن تاریخ کو مسلمانوں نے کسقدر درجہ پر پہنچا دیا "فن تاریخ" کی ترقی کا اگر سراغ لگایا جائے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ اس کے ساتھ مسلمانوں سے زیادہ کسی قوم نے اعتناء نہیں کیا۔ انھوں نے فن میں اسقدر ترقی کرلی تھی کہ ان کی طرز تاریخ نویسی پر کسی قسم کا اضافہ کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ فلسفہ تاریخ کے اصول کو جسطرح ہمارے مورخوں نے سمجھا وہ کئی صدیوں کے بعد آج یورپ کی سمجھ میں آئے ہیں۔ پروفیسر مار گولیتھ کا یہ اعتراض کہ ان کی تاریخیں اس سیاسی ... سے خالی ہیں۔ جو خاص سیاسیات ارسطالیسی کی بنیاد[۵۱] ہے محض ... کوتاہ بینی اور تعصب پر مبنی ہے۔ یورپین مورخین جو فن تاریخ کے ... ہیں اکثر جب مسلمانوں اور اسلامی ممالک کی تاریخ لکھنے بیٹھتے ہیں تو ... کا ماخذ تمامتر عربی کی وہ کتابیں ہوتی ہیں جو لفظاً تاریخ کے تحت میں ... آسکتیں۔ مثلاً کشف الظنون، فہرست ابن[۵۲] الندیم وغیرہ یا متعصب

محمڈنزم صفحہ ۲۲۹ [۵۱] محمڈنزم صفحہ ۹۹ [۵۲] اسمیں شک نہیں کہ بعض اہم تاریخی معلومات ان فہرستوں سے حاصل ہوتی ہیں مگر اصل واقعات کو مشہور و معتبر تواریخ میں ڈھونڈھنا چاہیے۔



تصانیف جنہیں ابو الفرج ملطی کی تاریخ الدول بہت مشہور کتاب جسکا لاطینی ترجمہ ڈاکٹر پوکاک نے کیا ہے اور انہیں اپنی طرف سے بھی بہت کچھ رنگ آمیزی کی ہے۔ اکثر اسلامی تاریخی امور میں اہل یورپ کا موجودہ زمانہ میں بہترین ماخذ ہے۔ گبن کی رومن امپائر کے حصۂ اسلامی تاریخ کا اکثر امور میں یہی ماخذ ہے افسوس تو یہ ہے کہ انھوں نے کبھی اُن مشہور عربی تاریخ نویسوں۔ طبری۔ مسعودی۔ بیرونی۔ مقریزی۔ ابن خلدون وغیرہ کی تاریخوں کا مطالعہ غور وفکر اور ٹھنڈے دل سے نہیں کیا، حالانکہ یہی کتابیں سب سے پہلے انھی لوگوں کے اہتمام سے طبع ہوئیں۔ اگر واقعی انھوں نے ان اصل تواریخ کو پڑھا ہے۔ اور پھر بھی وہ یہ کہتے ہیں کہ اسلامی تواریخ "سیاسی تجربہ" کے عنصر سے خالی ہیں تو سوائے اسکے کیا کہا جا سکتا ہے:۔

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند ۔۔۔ در جہل مرکب ابد الدہر بماند

پھر بھی کبھی کبھی کوئی حق بات ان کے قلم سے نکل جاتی ہے، چنانچہ یہی مصنف اس بات کا قائل ہے کہ

"تنقید التاریخ" جسے جرمن زبان میں "تنقید اسناد" کہتے ہیں دراصل ایک اسلامی ایجاد ہے" (محمدؐ نمبر ۲ صفحہ ۲۴۸)

اور تاریخ تحریرات میں سرقہ کے لئے ماخذ کا حوالہ نہ ڈھونڈے ہیں تو بتا تا کرا

اصل اسلامی طرز ہے جسکو اہل یورپ نے اختیار کیا ہے
جغرافیہ مسلمانوں نے جغرافیائی تحقیقات میں جو کوشش کی ہے اس کا
اعتراف اکثر مصنفین یورپ کو ہے مگر باوجود اس اعتراف کے کہ مسلمانوں کا
علم جغرافیہ ذاتی مشاہدات پر مبنی ہے۔ جہاں علم جغرافیہ نے سائنٹفک طرز
اختیار کی ہے وہاں وہ بطلیموس سے ماخوذ بتلایا جاتا ہے۔[۲] لیکن ان مصنفین
کو نہیں معلوم کہ پہلے پہل یورپ کے جغرافیہ داں اور نقشہ کش عربی کتابوں ہی
کے طفیلی تھے، اور اسی پرواز پر اپنی کتابیں لکھتے ہیں۔[۳]
مسلمان پہلی قوم تھی جنہوں نے بلاد بعیدہ کا سفر کیا۔ تمام دنیا کی عجائبات
دریافت کئے۔ حدود زمین کی پیمائش کی۔ مشہور جغرافی طبری لکھتا ہے کہ
دریافت امریکہ کے لئے کلمبس سے پہلے کچھ لوگ جنہیں مغرورون کہتے تھے لشبونہ
(اندلس کا ایک مقام) سے نکلے تھے اور وہ سب کے سب عرب تھے۔ دریاؤں
کا سفر کرتے تھے اور عجیب و غریب مقامات اور زمینوں کی تلاش بحر اطلانطک
میں کرتے پھرتے تھے۔[۴]
موسیو لیبان مسلمانوں کی جغرافیہ دانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے!۔
"انھوں نے فن جغرافیہ کو کسقدر ترقی دی۔ اور موسیو ڈی ڈی ین سینٹ مارٹن

---

[۱] محمد ترم صفحہ ۲۲۹ [۲] نولدیکی کا مضمون احاطہ تاریخ عرب مندرجہ سٹوڈنٹس ہسٹری آف دی ... جلد ۸ صفحہ ۲۰ [۳] آئینہ عرب (ترجمہ صناعۃ الطرب) صفحہ ۲۱۰ [۴] ایضاً صفحہ ۲۰۰ بحوالہ المطرون۔

کے سے لائق اور واقف کار جغرافی کا عربوں کی تحقیقات سے قطع نظر کرنا بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلام کے خلاف اسوقت تک یورپ میں نہایت شدید موروثی تعصب باقی ہے تحقیقات علمی کے لحاظ سے عربوں نے وہ زرست ہیئت کے حسابات کئے جن پر نقشوں کی بنا ہے۔ اور انھوں نے یونانیوں کی فاش مقامی غلطیوں کو درست کیا۔ سیاحت اور اسفار کے لحاظ سے انھوں نے ایسے سفرنامے شایع کئے، جن سے دنیا کے ان ممالک کے حالات جو پہلے معلوم نہ تھے اور جہاں اہل یورپ کا گذر تک نہیں ہوا تھا، ظاہر ہوے تصنیفات جغرافی کے لحاظ سے انھوں نے وہ کتابیں لکھیں جو ماسبق تصنیفات کی جگہ قائم ہو گئیں، اور جن کی تقلید پر یورپ نے کئی صدی تک اکتفا کی۔

(تمدن عرب صفحہ ۲۲۴)

علم جغرافیہ میں مسلمانوں کی تحقیقات و اکتشافات کا اندازہ انکے ان سفرناموں سے ہوتا ہے جو انھوں نے دور دراز ممالک کی سیر و سیاحت اور ذاتی مشاہدات سے کئے ہیں عجیب و غریب جغرافیائی معلومات سے پر ہونیکے علاوہ یہ سفرنامے علم الآثار (ارکیالوجی) کا بیش بہا ذخیرۂ معلومات ہیں۔ مارگولیتھ لکھتا ہے:-

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے دو مشہور سیاحوں ابن جبیر اور ابن بطوطہ کے سفرنامے ہمارے پاس موجود ہیں، آخر الذکر کا سفرنامہ عالمان

آثار قدیمہ کے لئے معلومات کی ایک کان ہے۔ اور یورپ کی ایک سے زیادہ
زبانوں میں اسکا ترجمہ ہوچکا ہے (محمد نزم صفحہ ۲۴۳)
مصر کا عیسائی مصنف سلیمان لبنانی مشہور اسلامی مورخ اور جغرافی شریف
ادریسی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

وتالیفہ یدل علی حالۃ المعارف	اور اسکی تصنیف بارھویں صدی عیسوی میں اہل
الجغرافیۃ بین العرب فی القرن	عرب کے علم جغرافیہ کی حالت پر دلالت کرتی ہے تو
الثانی عشر مع انہ یوجد فیہ اغلاط	باوجود اسکے کہ اسمیں بہت سی غلطیاں پائی جاتی
کثیرۃ کما یوجد فی استرابون کان	ہیں جیسی کہ استرابو کے جغرافیہ میں پائی جاتی ہیں
الینبوع الذی استقی منہ جغرافیو	پھر بھی پندرھویں صدی میں پرتگالیوں کے
العرب قبل اکتشافات البرتغالیین	جغرافیائی اکتشافات سے قبل یورپ کے جغرافیہ
فی القرن الخامس عشر (دائرۃ المعارف	نویسوں کا یہی ماخذ و منبع تھا۔

جلد ثانی صفحہ ۶۷۴)

علم ہیئت ونجوم | اس فن کو ایک مکمل سائنس کے درجہ پر پہنچا دینے والے
مسلمان علما تھے ۔ اور یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس فن میں مسلمانوں
نے اسقدر ترقی کرلی تھی کہ وہ کام جسکو اقوام یورپ نے بالکل زمانۂ حال میں
کیا ہے وہ اسوقت کر چکے تھے (تمدن عرب صفحہ ۲۷۰)
طامس بکل مسلمانوں کے علم نجوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

"علوم کی کوئی شاخ جسکو اہل عرب نے سائنس کے رتبہ پر پہنچا دیا ہے تو وہ نجوم ہے، جس میں آٹھویں صدی کے وسط میں خلفاء کی زیر سرپرستی اُنھوں نے بہت کچھ کمال پیدا کیا اور اُسکو ترقی دیتے رہے" (ہسٹری آف دی سولزیشن آف یورپ جلد اول صفحہ ۴۷ کا نوٹ نمبر ۱۳)

اس بات کے ماننے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرنا چاہیے کہ یورپ اس فن کے متعلق تمامتر اسلامی مصنفات سے اخذ کیا اور آج تک آ[...] قسم کا مزید اضافہ نہ کر سکے اس فن میں انکے اہم اکتشافات کا دائرہ وسیع ہے جسمیں سے مشتے نمونہ از خروارے ڈاکٹر ڈریپر کی زبانی سن لیں:

"انھوں نے ان تمام ستاروں کی فہرست تیار کی جو اس حصہ آسمان پر نظر آئے جو انکے مقابل تھا۔ اور بڑے بڑے ستاروں کے نام رکھے جو آج تک تبدیل نہیں ہوئے انھوں نے یہ اصول دریافت کیا کہ شعاع نور ہوا میں بشکل قوس گذرتی ہے۔ چاند اور سورج کے افق پر نظر آنیکی توجیہ کرتے ہوئے بتایا کہ اجرام قبل از طلوع و بعد از غروب کیوں دکھائی دیتے ہیں شفق کی اصلیت اور ستاروں کے جھلملانے کی صحیح وجہ دریافت کی یورپ میں جو پہلی رصدگاہ قائم ہوئی وہ مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی تھی۔ اجرام فلکی کی نقل و حرکت کے متعلق اُن کی تحقیقات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ زمانۂ حال کے سب سے قابل ماہران فن ریاضیات نے انکے

رصدی نتائج سے استناد کیا ہے" (کانفلکٹ صفحہ ۱۵۹-۱۵۸)۔

ابن رشد نے آفتاب کے کلف کو بذریعہ رصد دیکھا تھا۔ حالانکہ اسوقت تک یورپ والوں کو اسکی خبر بھی نہ تھی[1]۔ غرضکہ مسلمانوں نے اس فن میں حیرت انگیز ترقی کی تھی، اور آج یورپ میں جو کچھ انکشافات اس علم کے متعلق ہو رہے ہیں وہ سب اہل اسلام کے تصدق میں ہیں۔ بیلی اپنی کتاب "تاریخ علم الہیئت" میں لکھتا ہے:-

"یورپ میں قرون وسطی میں احیاء علوم کی طرف جو پہلا قدم بڑھایا گیا وہ الفرغانی[2] کی کتاب "مبادیات علم نجوم" کا ترجمہ تھا"

یہ الحسن[3] کی کتاب (الفجر و الشفق) کا طفیل ہے کہ کیپلر کو انعکاس کرہ ہوائی کا علم ہوا اور یہ بہت ممکن معلوم ہوتا ہے کہ آئزک نیوٹن کا واستہار یہ میں سیب گرنے پر قانون کشش ثقل کو دریافت کرنا بہ نسبت اسکے زیادہ تر اہل عرب ہی کا ممنون توجہ ہو کیونکہ محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے جو کچھ "حرکت اجرام سماوی" اور "قوت کشش" پر لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ

---

[1] آئینہ عرب صفحہ ۳۶۵ [2] محمد ابن کثیر الفرغانی کی ایک تصنیف کتاب فی الحرکات السماویہ و جوامع علم النجوم ۱۶۶۹ء میں یعقوب غولیس کے اہتمام سے مع لاطینی ترجمہ کے ہالینڈ میں طبع ہوئی (اکتفا بالقنوع صفحہ ۲۴۳) [3] ابو علی محمد بن الحسن بن الہیثم المصری مسلمان علمائے ہیئت و ریاضی کے طبقہ میں سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے ۳۵۴ھ میں بمقام بصرہ پیدا ہوا اور ۴۳۰ھ میں بمقام قاہرہ وفات ہوئی۔

ضرور سو اتفقت عامہ کشش ثقل کے قانون عظیم سے بہت پیشتر واقف تھا۔"
(ہسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۲۷۹)

علم المناظر والمرایا ڈاکٹر لیبان نے جہاں اہل عرب کے علوم و فنون کا تذکرہ کرتے ہوئے انکی ایجادات و اختراعات کی فہرست دی ہے ان میں سب سے اعلیٰ درجہ کی ایجاد یہ بتائی ہے کہ انھوں نے علم المناظر میں اعلیٰ درجہ کی معلومات حاصل کیں اور اسکے لئے باریک آلات جرثقیل ایجاد کئے اور ایک جگہ ہیئت و نجوم کے مشہور عالم الحسن کی کتاب "المناظر" پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے :-

بہت ہی عجیب الحسن کی کتاب لمناظر ہے جسکا ترجمہ لاطینی اور اطالوی زبانوں میں ہوا تھا اور جس سے کیپلر نے اپنی کتاب مناظر میں بہت کچھ کام لیا ہے۔ اسمیں نہایت محققانہ ابواب ہیں جنمیں (۱) آئینوں کے نقطہ اجتماع الضوء (۲) اور ان میں تماثیل کے ظاہری مقامات (۳) مسئلہ انعطاف شعاعی اور تماثیل کا ظاہر بڑاپن وغیرہ مسائل سے بحث کی ہے اسی کتاب میں مسئلہ مندرجہ ذیل کو بھی جسکا حاصل کرنا درجہ چہارم کی مساوات پر موقوف تھا۔ اقلیدس سے حل کیا ہے وہ مسئلہ یہ ہے :- ایک مدور آئینہ میں نقطہ انعکاس کو معلوم کرنا جبکہ قوت کہ شئے منعکس اور آنکھ کا مقام معلوم ہو ۔۔۔ سل

سلہ تمدن عرب صفحہ ۳۴۳ -

جن سے بہتر اس امر میں رائے دینے والا کوئی شخص نہیں ہے۔ الحسن کی کتاب کو یورپ کی کل معلومات علم مناظر کا ماخذ خیال کرتے ہیں"۔ (تمدن عرب صفحہ ۴۴۳)

سطور محولۂ بالا سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اس فن میں جو تحقیقات ہوئیں وہ تمام تر علمائے اسلام کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ تھیں۔ اگرچہ در اصل اسکے موجد ہونے کا فخر اہل یونان کو ہے لیکن جس صورت میں یہ فن اُنھوں نے وضع کیا وہ بالکل سطحی اور معمولی تھا۔ اس فن میں انکی تصنیفات میں سے صرف اقلیدس کی ایک کتاب مسلمانوں کو ہاتھ لگی ہے جس کا عربی میں "اختلاف المناظر" کے نام سے ترجمہ ہوا۔

الجبر والمقابلہ علم ریاضیات اہل یونان سے مسلمانوں کو حاصل ہوا انھوں نے اس فن میں اہل یونان کی اکثر تصنیفات کا ترجمہ کر ڈالا۔ اور آج انہی ترجموں کی بدولت اہل یورپ کو علوم ریاضیہ حاصل ہوے کرنیلوس فان ڈیک لکھتا ہے:

خدم علماء ابناء العرب علم الریاضیۃ	علمائے عرب نے علم ریاضی کی بہت بڑی خدمت
خدمۃ کلیۃ ولولا لضاع کثیر	انجام دی ورنہ اہل یونان کی بہت سی
من مصنفات الیونان فی الریاضیات	تصنیفات علم ریاضیات ضائع ہو جاتیں۔
لانہا حفظت فی ترجمات عربیۃ	اہل یونانی تلف ہو جانیکے بعد عربی ترجمہ
بعد فقدان الاصل الیونانی۔[1]	کی وجہ سے محفوظ رہ گئیں۔

[1] الکتفاء القنوع بما ہو مطبوع صفحہ ۲۲۲ طبع الہلال مصر۔

خود الجبر ( ) کا لفظ شہادت دے رہا ہے کہ یہ عربی الاصل ہے اور اسلئے مسلمان ہی اسکے موجد کہے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ اصل میں ابرخس یا دیوفنطس اس علم کے واضع بتائے جاتے ہیں لیکن اہل عرب نے اسکی بہت کچھ اصلاح کرکے ایسے عمدہ قواعد واصول پر اسکو مبنی کر دیا ہے کہ اب انھی کی طرف منسوب ہونے کے قابل ہو گیا ہے[1]۔

مسلمانوں میں سب سے پہلے اس علم پر جسکو اطلاع ہوئی وہ عہد مامون کا مشہور مترجم ابو جعفر محمد بن موسیٰ الخوارزمی[2] ہے اس فن میں اسکی کتاب الجبر والمقابلہ بہت مشہور ہے جو سنہ ۱۸۳۱ء[3] میں علامہ روزن کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ لندن میں چھپکر شائع ہو گئی عیسائی مورخ جرجی زیدان کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ:۔

اہل یورپ نے اپنی آخری اور موجودہ ترقی میں جبر و مقابلہ بالکل عربی سے لیا (علوم عرب صفحہ ۲۲۷)

ڈاکٹر نوفل کی بھی یہی رائے ہے۔ لیبان[3] کہتا ہے:۔

"عربوں نے علوم ریاضیہ کو بہت رواج دیا۔ انھوں نے جبر و مقابلہ میں بڑی ترقی کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس علم کے موجد عرب ہیں (تمدن عرب صفحہ ۴۲۱)

---

[1] آئینہ عرب صفحہ ۲۱۳ [2] المتوفی سنہ ۲۵۰ھ لیکن بعض اسکو ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن شاکر بتلاتے ہیں [3] زبدۃ الصحائف صفحہ ۲۰۳۔

علم ہندسہ — علم ہندسہ کو جو ترقی مسلمانوں نے دی وہ ضرور قابل لحاظ ہے مسلمان اگرچہ دراصل اسکے موجد نہ تھے تاہم یورپ میں سب سے پہلے رقوم ہندسیہ کو روشناس کرنیوالے یہی تھے نولدیکی لکھتا ہے :-

"اہل عرب بڑے اعزاز کے مستحق ہیں بعض اسلئے کہ انھوں نے ہندوؤں کے رقوم ہندسیہ کے طریقہ کو اختیار کیا اور اسکو اہل یورپ کے ہاتھوں میں پہنچایا۔ یہ تعجب خیز امر ہے کہ آخر الذکر نے کیوں ان سخت غیر آسان رومی اعداد کا بار بار استعمال ابتک جائز رکھا ہے" (مضمون تاریخ عرب مندرجہ ہسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۲۰)۔

طب — فن طب میں بھی اہل اسلام کو یورپ کے استاد ہونے کا فخر بجا طور پر حاصل ہے اس فن میں جو ترقیاں انھوں نے کیں[1] اور جو بیشمار ذخیرۂ کتب انکی مسلسل تحقیقات نے فراہم کر دیا اسکو بیان کرنا ہمارے مقاصد سے باہر ہے اسلئے ہم صرف یورپین مصنفین کے اقوال سے اس بات کو ثابت کرینگے کہ فن طب میں اہل اسلام کا اثر یورپ پر کہانتک پڑا ہے۔

یورپ میں سب سے پہلا مدرسہ طبیہ سلرنو (جنوب اٹلی) کا مدرسہ تھا جو مسلمانوں نے قائم کیا[2] جس نے اٹلی اور یورپ میں فن طب کی تعلیم کو زندہ کیا[3]۔ مارگولیتھ لکھتا ہے :-

لہ تمدن عرب صفحہ ۳۲۳ ۔ کہ نفلالت صفحہ ۸۵ ۔ سنہ روم اینڈ ازگبن صفحہ ۹۴ جلد ۵ (ایوریمین اڈیشن)

"مسلمانوں کی طب کا اثر یورپ میں مدت دراز تک قائم رہا اور سترھویں صدی تک طب کے لئے عربی زبان کی تحصیل لازمی امر سمجھا جاتا تھا۔ اور الرازی اور ابن سینا کی تصنیفات سے اب تک اہل یورپ آشنا ہیں۔"

(محمڈنزم صفحہ ۲۴۳)

فن جراحی کا مشہور عالم شیخ ابوالقاسم ابن عباس القرطبی الاندلسی[1] (المتوفی ۱۱۰۷ء) ہے جسکو اہل یورپ البقاسس کہتے ہیں۔ اسنے بہت سے آلات جراحی ایجاد کئے۔ جنکی تصاویر اسکی کتابوں میں درج ہیں پتھری نکالنا جو اسوقت بالکل جدید عمل سمجھا جاتا ہے دراصل اسی نامور کی ایجاد ہے[2] اس مشہور شخص کی تصنیفیں پندرھویں صدی میں یورپ میں پہنچیں[3] بقول ہالران کل جراحوں کا جو چودھویں صدی کے بعد گذرے ہیں اسی کی تصنیفات پر دار و مدار تھا۔ اسکی تصنیفات پہلے ۱۴۹۷ء میں لاطینی[4] طبع ہوئیں ان کی اخیر طبع نہایت جدید ہے۔ جو ۱۸۶۱ء میں ہوئی[5] اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کی طب سے یورپ کہاں تک فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ جسکے اثرات گو آج دھندلے پڑ گئے ہیں مگر تاریخ کی رشنی

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۱۰۱ [2] فن جراحی میں اسکی ایک کتاب ۱۷۷۸ء میں آکسفورڈ لاطینی میں ترجمہ ہوئی ہے (دائرۃ المعارف جلد ۲ صفحہ ۳۱۴) [3] تمدن عرب صفحہ ۱۰۱ و علوم عرب جرجی زیدان [4] ایضاً ۲ [5] ۴۵۲۔

میں وہ اسی آب و تاب سے چمک رہے ہیں ۔

علم الکیمیا — علم طب کے دوش بدوش کیمیا نے بھی اطباء اسلام کے ہاتھوں میں نشوونما پائی ۔ اگرچہ آج اس فن نے بیحد ترقی کرلی ہے پھر بھی جو جدید انکشافات آجکل ہورہے ہیں وہ وہی ہیں جو کئی صدی پیشتر مسلمان کرچکے تھے ۔ انھوں نے مختلف قسم کے تیزاب نکالے ۔ نائٹرک ایسڈ ۔ نائٹرو ہیڈرو کلورک ایسڈ وغیرہ ایجاد کئے ۔ غاز (گیس) کی خاصیتیں دریافت کیں ۔ پوٹاس ۔ امونیا ۔ نائٹریٹ آف سلور ۔ کلورائڈ آف مرکیوری ۔ وغیرہ کیمیاوی مادے تیار کئے ۔ سلفرک ایسڈ اور الکحل جیسی چیزیں اختراع کیں ۔ اسلئے ڈاکٹر ڈریپر کا یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ

> انھوں نے تیزابوں کی ایجاد اور سائنٹفک نقطۂ خیال سے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی (انٹلکچوئل ڈویلپمنٹ آف یورپ جلد اول صفحہ ۴۰۸)

مورخ گبن بھی اس بات کا قائل ہے کہ

> علم کیمیا اپنے ارتقاء اور اصلیت کے لئے اہل عرب کی سعی و کوشش کا رہین منت ہے ۔ انھوں نے سب سے پہلے عمل تقطیر کے لئے قرع انبیق ایجاد کیا اور فطرت کے عوالم ثلاثہ (موالید ثلاثہ) کے مادوں کا تجربہ کیا الکحل اور تیزاب کے تناسبات اور امتیاز کو معلوم کیا ۔ اور معدنیات سمیہ کو نہایت مفید ادویات میں تبدیل کر دیا ۔ مگر کیمیاے عربی کی سب سے پرشوق جستجو استحالۂ

قلزات اور اکسیر کیلئے تھی (رومن امپائر جلد ۵ صفحہ ۱۲۱۵)

اسلام میں جابر بن حیان[1] جسکو یورپین مورخ گیبر (Geber) کہتے ہیں سب سے بڑا کیمیا گر (Alchemist) ہے جسکی متعدد کتابیں لاطینی میں ترجمہ کی گئیں انہیں سے ا کتاب یعنی جامع التکمیل کا ترجمہ ۱۶۷۲ء میں فرنچ میں ہوا[2] اس سے ثابت ہوتا ہے کتاب کتنے دنوں تک یورپ میں مستند سمجھی گئی۔ فن کیمیا سے طب کو بہت ملی اور اسطرح اس طب[3] کیمیاوی کی بنیاد مسلمانوں کے ہاتھوں سے پڑ چکی تھی

---

[1] ابو موسیٰ جابر بن حیان بہت مشہور شخص ہے اسکا زمانہ ۷۶۵ء کا ہے کہتے ہیں کہ اسکی تصنیف علم کیمیا میں ایک ہزار سے زاید ہیں [2] تمدن عرب صفحہ ۴۲۳ [3] طب کیمیاوی کے متعلق ا نایاب و قدیم کتاب صباغرایا ہے جسکو قلمی نسخہ پر سے ہمارے ایک غائبانہ مخدوم و محترم د مولوی سید محمد حسن صاحب ترمذی المنگلوری نے اردو میں مع شرح کے ترجمہ فرمایا ہے سے طب کیمیاوی میں مسلمانوں کی سعی و کوشش کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب دراصل ح پراکلسوس کی تصنیف ہے جسکے ذاتی حالات اور وطن تک کا صحیح حال معلوم نہیں ہیں اور ترجمہ کسی مسلمان عالم نے کیا ہے۔ پراکلسیس یا پراکلسوس مذکور بارھویں صدی عیسوی م موجود تھا۔ اور راجر بیکن کا ہمعصر تھا۔ اس کی یہ تصنیف مسلمانوں ہی کے فیض تعلیم کا ہے۔ کتاب کا ابھی پہلا حصہ شائع ہوا ہے اور فاضل مترجم سے غالباً ہماری یہ استدعا بیجا نہ ہوگی کہ حتی الامکان وہ دوسرے حصہ کا بھی بہت جلد ترجمہ کر کے ملک کو مستفید فرمائیں گے۔ (اختر)

جو آج یورپ کا سرمایۂ ناز سمجھی جاتی ہے۔ اور جو طب جدید کے نام سے ملقب ہے
کتب قرابادین جن میں مرکب ادویات کے بنانے کا طریقہ درج ہوتا ہے۔
خاص مسلمانوں کی ایجاد ہے اور انھی سے یورپ نے اخذ کرکے فارما کوپیا نام
رکھا۔ فن کیمیا سے مسلمانوں نے صنعت و حرفت میں بھی کام لیا ہے[1]۔ مثلاً رنگوں
کی ترکیب۔ اخراج فلزات۔ فولاد بنانا۔ چمڑے کی دباغت وغیرہ۔

بارود کی ایجاد علم کیمیا کی سب سے بیش بہا ایجاد بارود ہے۔ اس اعلیٰ درجہ
کی ایجاد کو ناواقفیت سے اہل فرنگ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ یہ
خاص اسلامی ایجاد ہے۔ اسکی نسبت عیسائی مورخ جرجی زیدان لکھتا ہے:۔

"بارود اہل عرب کے یہاں ایک مشہور چیز تھی اور وہ لوگ اس زمانہ سے
نصف صدی قبل ہی اسکا استعمال اپنی لڑائیوں میں کرتے رہے تھے جس زمانہ
میں کہ اہل فرنگ شوارٹس کو اسکا موجد بتاتے ہیں۔ اور یہ بات بھی ہے کہ
تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں اہل عرب نے بارود بنانے کی ویسی
ہی ترکیب بیان کی ہے جیسی کہ آجکل پائی جاتی ہے" (تمدن عرب جلد اول ۱۹۹ و ۲۰۰)

یورپین مورخ تو عدم واقفیت اور تعصب کی بنا پر ہر اس بات کا انکار
کردیا کرتے ہیں جسکو مسلمانوں سے منسوب کرنا پڑے جیسا کہ طامس ہکلی نے
کئی مورخین یورپ کے حوالہ سے اسکو مشتبہ بتایا ہے[2]۔ مگر ان میں کئی متعصب

[1] تمدن عرب صفحہ ۴۴۴۔ [2] ہسٹری آف دی سولیزیشن آف یورپ جلد اول صفحہ ۲۰۲ کا نوٹ نمبر ۳۹۔

ہونے کے باوجود بعض ایسے حق شناس بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں۔

"اہل عرب حیرت انگیز مگر خوفناک ایجادات میں ابھی زیادہ مشغول ہونے پائے تھے کہ نہایت اہم نتائج ظہور پذیر ہونے شروع ہوئے۔ سائنٹفک نقطۂ خیال سے تیزابوں کی ایجاد نے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی اور سیاسی نقطۂ نظر سے بارود کی ایجاد نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔" (انٹلکچوئل ڈیولپمنٹ صفحہ ۴۰۳ جلد اول)

میکنکس | "میکنکس اور مسلمان" اس موضوع پر علامہ شبلی نے ایک محققانہ مضمون لکھا ہے جو انکے رسائل میں شامل ہے۔ اسمیں مختصر مگر محققانہ طور پر مسلمانوں کے میکنکس میں آلات ایجاد کرنے اور اس فن میں انکی تصنیفات وغیرہ کا ذکر کافی طور پر کر دیا ہے۔ اسلئے یہاں ہم صرف ڈاکٹر لیبان کے اس قول پر اکتفا کرتے ہیں

"عربوں کو میکنکس کی اور خصوصًا عملی میکنکس کی بہت وقعت تھی اور وہ آلات جو انکے بنائے ہوئے آج بھی ہم کھول سکتے ہیں اور وہ واقعات جو انکے متعلق قدیم مورخوں نے لکھے ہیں اُن سے عربوں کی لیاقت کا ایک بلند خیال پیدا ہوتا ہے۔" (تمدن عرب)

گھڑی کی ایجاد | سب سے اعلیٰ ایجاد جو اس فن میں مسلمانوں نے کی وہ گھڑی ہے جو زمانۂ حال کے تمدن و معاشرت کا جزو لاینفک بنی ہوئی ہے اور جسکے بغیر دنیا کا کام مشکل چل سکتا ہے۔ اہل یورپ اور خصوصًا فرانسیسی مورخ

تو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سب سے پہلے گھڑی جسکا علم انکے زمانہ میں ہوا وہ گھڑی تھی جو خلیفہ ہارون الرشید نے ۸۰۷ء میں، شارلمین بادشاہ کو بھیجی تھی۔ اور اس زمانہ کے لحاظ سے ایسی عجیب و غریب چیز تھی جس نے شارلمین کے درباریوں کو حیرت میں ڈالدیا۔ اور وہ اسکو سحر سمجھنے لگے[1] یہ گھڑی اس صنعت سے بنائی گئی تھی کہ اسمیں بارہ چھوٹے چھوٹے دروازے رکھے گئے تھے۔ ہر گھنٹہ گذرنے کے بعد دروازہ کھلتا۔ اور اسمیں سے گھنٹوں کی تعداد کے مطابق تانبے کی گولیاں ایک لوہے کی تھالی پر گر کر آواز دیتیں اور اسوقت تک یہ دروازہ کھلا رہتا جب ان بارہ دروازوں کا دورہ پورا ہو جاتا تو بارہ سواروں کی تصویریں دروازوں سے نکل کر گھڑی کی سطح پر چکر لگاتیں[2]۔ پنڈولم (رقاص) والی گھڑیاں ایک عرصہ کے بعد ظہور میں آئیں۔ ڈاکٹر نوفل لکھتا ہے کہ "پوپ سلوسٹر ثانی جو جربرٹ کے نام سے مشہور تھا اور اندلس جاکر اس نے مسلمانوں کے علوم و فنون کی تحصیل کی تھی۔ یہ شخص ریاضیات اور جر ثقیل وغیرہ کا بڑا ماہر تھا اور یہی دہ پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں سے سیکھ کر رقوم ہندسیہ کو یورپ میں پہنچایا۔ پہلا شخص ہے جس نے پنڈولم والی گھڑی ایجاد کی[3]۔ مگر ڈاکٹر ڈریپر معترف ہے کہ سب

[1] زبدۃ الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۶۹ [2] کشف المخبا عن فنون الاوربا صفحہ ۲۱۰ مصنفہ احمد فارس آفندی [3] زبدۃ الصحائف صفحہ ۷۲۔

پہلے یہی لوگ ہیں جنھوں نے پنڈولم کا ہم سے تعارف کرایا[1]۔

آلۂ قطب نما | یا میرینرس کمپاس" کی ایجاد بھی عربی دماغ کی ممنون ہے اسکا استعمال اہل عرب نے گیارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں کیا[2]۔ کہا جاتا ہے کہ اسکے موجد اہل چین ہیں مگر بقول لیبان اسکا کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا کہ انھوں نے دریائی سفر میں اسکا استعمال کیا ہو۔ برخلاف اس کے اہل عرب بڑے جہاز راں تھے اور چین سے اسوقت انکے تعلقات قائم ہوچکے تھے جبکہ اہل یورپ کو اس ملک کے وجود تک کا علم نہ تھا[3] وہ لوگ اسکو سمت قبلہ درست کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اور بری و بحری دونوں طرح کے سفر میں اس سے کام لیتے تھے۔ ڈاکٹر لیبان اور موسیو سدیو نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ اس کے موجد مسلمان تھے اور انھوں نے ہی اسکو اول یورپ میں پہنچایا[4]۔

صنعت کاغذ سازی | فن کاغذ سازی کو رواج دیکر مسلمانوں نے دنیا کو فی الواقع اپنا بہت بڑا احسانمند بنایا ہے جو بمقابلہ دیگر احسانات کے زیادہ وزنی ہے۔ اور اسطرح اشاعت علم کی وہ مہتم بالشان اور کارآمد خدمت انجام دی جسکی توقع مسلمانوں کی علم پرست قوم سے ہو سکتی تھی (بقیہ صفحہ ۵۱)

---

[1] کانفلکٹ صفحہ ۱۱۶ [2] اسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۲۷۵ [3] تمدن عرب صفحہ ۴۴۲

[4] تمدن عرب صفحہ ۴۴۴ و خلاصۃ تاریخ العرب سدیو۔

میں اہل یورپ مدت تک صرف چمڑے پر لکھتے رہے جو اسقدر گراں تھا کہ کتابوں
کی اشاعت نہ ہو سکتی تھی۔ اور چند روز میں وہ اسقدر نایاب ہوگیا کہ یونانی
ورومی راہبوں نے بڑی بڑی قدیم تصنیفات کے حروف چھیل کر ان کے
صفحوں پر اپنے مذہبی رسائل لکھنے شروع کئے۔ اور اگر مسلمان کاغذ سازی
کو رواج نہ دیتے تو یہ راہب کل قدیم تصنیفات کو جن کے وہ محافظ سمجھے
جاتے تھے تلف[1] کر دیتے۔ انہی مسلمانوں کی بدولت نہ صرف ان کی قدیم
مذہبی کتابیں محفوظ رہ گئیں بلکہ اشاعت علوم میں بھی معتدبہ ترقی ہوئی مشہور
مورخ گبن کو اس امر کا اعتراف ہے کہ اسلامی ممالک میں سے کاغذ سازی
کی بیش بہا صنعت یورپ میں پہونچی[2]۔ موسیو سدیو لکھتا ہے!۔

"۶۵۰ء میں سمرقند و بخارا میں ریشم سے کاغذ بنائے جانے لگے تھے اور
۷۰۶ء میں یوسف بن عمرو نے ریشم کی بجائے روئی کا کاغذ ایجاد کیا جو
"کاغذ دمشقی" کے نام سے مشہور ہے اور جسکا ذکر مورخین یونان نے بھی کیا ہے۔
اسپین میں پرانے کپڑوں اور چیتھڑوں سے کاغذ بنانے کے کارخانے عام طور پر
قائم ہوگئے تھے تیرھویں صدی عیسوی میں عربی کاغذ کا قسطیطلیہ میں رواج
ہوا اور وہاں سے فرانس۔ اٹلی۔ انگلینڈ۔ جرمنی وغیرہ ممالک یورپ میں
میں پہونچا"۔ (اسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۵)

[1] تمدن عرب صفحہ ۲۴۴۔ [2] رومن امپائر جلد ۵ حصہ تاریخ اسلامی

اسلامی علوم کی کتابوں کے ترجمے[1] یورپ کی زبانوں میں | عربی سے یورپ کی زبانوں میں سب سے پہلے تراجم بارھویں صدی کی ابتدا میں اُن یہودیوں اور

مسلمانوں نے کئے جو مبدل بہ عیسائیت ہو چکے تھے۔ انکے بعد اہالی یورپ اس کام میں مشغول ہوئے مثلاً گیرر ڈ (باشندہ کریمونا) البرٹس میگنس جو عربی لباس پہنا کرتا تھا۔ اور جو پیرس میں ابن سینا اور فارابی کی تصنیف کے ذریعہ سے فلسفۂ ارسطو کا درس دیتا تھا اور میچل اسکاٹ جس نے طلیطلہ میں ۱۲۱۷ء میں عربی کی تحصیل کی۔

تیرھویں صدی | راجر بیکن۔ اور ریمانڈ ال (۱۳۱۵ء) جنھوں نے لوگوں کو فلسفہ اور سائنس کے لئے مشرقی زبانوں کی اہمیت جتائی۔

چودھویں صدی | (۱۳۱۱ء۔۱۳۱۲ء) پوپ کلیمنٹ پنجم کی طرف سے رُوما پیرس بولونا۔ آکسفورڈ اور سالامنکا میں عبرانی اور عربی کی تعلیم کے لئے پروفیسر مقرر کئے گئے جنکی کلیسا کی طرف سے سخت نگرانی ہونے لگی تا کہ کہیں یہ تعلیم پابندی مذہب عیسوی کے لئے مہلک اور خطرناک ثابت ہو۔ ان پانچوں تعلیمی مرکزوں میں دو دو پروفیسر مقرر کئے گئے تھے جن کو حکومت یا کلیسا کیطرف سے تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ ان پروفیسروں کا کام یہ تھا کہ وہ عبرانی اور عربی زبان کی اعلٰی تصانیف کا صحیح لاطینی میں ترجمہ کرنے اور طلبا دان زبانوں میں گفتگو کرنے کی مہارت مشنری اغراض کے لئے

پیدا کرتے تھے۔

سولھویں صدی | بہرحال یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ابتدا میں ان تجاویز کا کوئی کامیاب نتیجہ نکلا ہو یا عربی زبان کی تعلیم میں معتد بہ ترقی ہوئی ہو ۱۵۳۰ء میں کالج ڈی فرانس کی بنیاد فرانسیس پنجم نے ڈالی اگرچہ قبل ازیں آرم خند مانٹ پلیر ۱۲۷۰ء میں ابن سینا اور ابن رشد کی کتابوں کے بعض حصص کا لاطینی میں ترجمہ کر چکا تھا۔ مگر وہ نامور اسکالر اور سیاح گلامی پوسٹل المتوفی ۱۵۸۱ء سب سے پہلا فرنچ مستشرق کہلانے کا مستحق ہے جس نے عربی کے ٹائپ بنوائے۔ اور ۱۵۸۷ء میں ہنری سوم نے کالج ڈی فرانس میں عربی کی پروفیسری قائم کی اور چند سال کے بعد سیوری ڈی برویز جو کہا جاتا ہے کہ مشرقی ادب کا نہایت عمدہ مذاق رکھتا تھا۔ سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے تمام مسودات عربی فارسی ترکی۔ شامی وغیرہ لوئی سیزدہم کے پاس لائے گئے اور امپیریل میری رائل کے عظیم الشان شاہی کتبخانہ میں داخل کر دیے گئے۔

سترھویں صدی | یورپ میں عربی نیز دیگر السنہ مشرقیہ کی تعلیم کی تکمیل کہنا چاہیے کہ پندرھویں صدی میں ہوئی جس کے بعد بتدریج اس ترقی کی رفتار بہت دھیمی اور سست رہی۔ اس صدی میں پہلے سر طامس ایڈم نے اور پھر اسقف لارڈ نے دو جگہ یعنی کیمبرج میں ۱۶۳۲ء میں اور آکسفورڈ میں

۱۶۳۶ء میں عربی کی پروفیسر شپ قائم کی جن میں سے آخر الذکر جگہ میں ڈاکٹر پوکاک کا سا مشہور مستشرق۔ اور اول الذکر میں ابرھام وہیلوک مقرر کئے گئے تھے۔

اٹھارھویں صدی

۱۷۹۵ء میں اراکین سلطنت فرانس نے السنہ شرقیہ (عربی۔ فارسی۔ ترکی) کی تعلیم کے لئے ایک درسگاہ قائم کی اس کے بعد سے بلاد یورپ میں جتنے مشرقی مدارس قائم کئے گئے وہ اسی طرز پر تھے۔ یہ درسگاہ زیادہ تر دو آدمیوں کی سعی و کوشش سے قائم ہوئی جن میں سے ایک مشہور مستشرق سلوسٹر دی ساسی اور دوسرا لوی لنگلے (۱۷۶۳ء سے ۱۸۲۴ء) ہے جو ہندوستانی السنہ کا پروفیسر تھا۔ اٹھارھویں صدی کے اخیر میں جن اسباب سے علوم مشرقیہ کی زیادہ اشاعت ہوئی ان میں سب سے بڑا سبب ایشیاٹک سوسائٹیاں ہیں۔ سب سے پہلی ایشیاٹک سوسائٹی ۱۷۷۸ء میں شہر بٹیویا (جزائر ہند مقبوضہ ہالینڈ) میں قائم ہوئی۔ اسکے بعد اسی طرح کی دوسری سوسائٹی ولیم جانس (۱۷۴۶ء سے ۱۷۹۵ء) نے جنرل ایشیاٹک سوسائٹی کے نام سے کلکتہ میں قائم کی اس سوسائٹی کے نمونہ پر ہندوستان میں دوسری ایشیاٹک سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ہے جو ۱۷۸۴ء میں قائم ہوئی۔

ع ماخوذ از آداب العربیہ فی القرن التاسع عشر للویس شیخو طبع بیروت جلد اول

فہرست تراجم و مترجمین[1] عربی زبانوں سے جن کتابوں کا ترجمہ اہل یورپ نے کیا وہ عموماً لاطینی میں ہوا۔ اور مترجمین نے جن کتابوں کے ترجمے کئے انکی تعداد تقریباً تین سو تک ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

علم	تعداد
فلسفہ و طبعیات	۹۰
ریاضی و نجوم	۷۰
طب	۹۰
کیمیاء و علم الاجسام	۴۰
میزان	۲۹۰

یہ ترجمہ شدہ کتابیں دو قسم کی ہیں:-

(۱) وہ کتابیں جن کو خود مسلمانوں نے یونانی زبان سے ترجمہ کیا تھا، اہل یورپ نے ان کتابوں کو عربی ہی سے ترجمہ کیا مگر وہ اصل مصنفین کی طرف منسوب کردی گئیں۔

(۲) وہ کتابیں جن کو ان علوم میں مہارت پیدا کرنے کے بعد خود علمائے اسلام نے تصنیف کیا تھا۔

یہاں ہم ان مصنفین کی ایک فہرست درج کرتے ہیں جن کی تصنیفات کا ترجمہ یورپ کی زبانوں میں ہوا۔

---

[1] ماخوذ از رسائل المؤید و الہلال۔ اکتفاء القنوع۔ سیاحۃ المعارف۔ وغیرہ۔

نمبر شمار	نام مصنف	کیفیت
۱	ابوالحسن علی ابن راجل	اسکی تصنیفات زیادہ تر علم الفلک میں تھیں آلات رصدیہ پر اسکی ایک کتاب کا ترجمہ پروفیسر سدیو نے ۲ جلدوں میں ۱۸۳۵ء میں پیرس سے شایع کیا۔
۲	ابوالوفاء البوزجانی	علم ہیئت کا بڑا ماہر تھا۔ سدیو نے اسکی تقریباً تمام تصنیفات کا ترجمہ کیا جو ۱۸۴۷ء میں پیرس سے شایع ہوئیں۔
۳	یعقوب کندی	مشہور فیلسوف جس کی بدولت عرب پر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ اب تک نسل عرب سے کوئی شخص غیر زبانوں کا ماہر یا حکیم و فلاسفر نہیں ہوا۔ اس کی ایک طبی تصنیف کا لاطینی میں ترجمہ ہوا اور ۱۵۳۱ء اور ۱۶۰۲ء کے مابین کئی بار شایع ہوا۔
۴	موسیٰ خوارزمی	جبر و مقابلہ میں اس نے ایک رسالہ لکھا تھا جسکا ترجمہ علامہ روزن نے ۱۸۳۱ء میں انگریزی میں کیا۔ اس سے بیشتر بارھویں

		صدی میں رودولف دی برورج نے اسکا ترجمہ لاطینی میں کیا تھا۔
۵	ابوالحسن الفرغانی	اسنے علم الفلک میں ایک کتاب لکھی تھی جسکے لاطینی میں تین ترجمے ہوئے۔ ایک ترجمہ جو حسنا شبیلی نے بارھویں صدی عیسوی میں کیا جو ۱۴۹۳ء میں فراری سے شایع ہوا۔
۶	ابونصر فارابی	اسکی تصنیفات کا عبرانی میں ترجمہ ہوا لیکن وہ شایع نہیں ہوئیں۔
۷	ابن رشد	اسکی اکثر تصانیف کے جو طب فلسفہ ہیئت وغیرہ میں لکھیں، لاطینی میں ترجمے ہوئے اور ۱۵۵۲ء میں مختلف ناموں سے شائع کیے گئے۔
۸	ابن سینا	قانون کا ترجمہ لاطینی میں ہوا اور بار بار چھپا پہلی اشاعت ۱۴۷۳ء میں ہوئی اور اسکی تصنیفات کی شرحیں اٹھارھویں صدی کے آخر تک شائع ہوا کیں۔
۹	جابر ابن حیان	فن کیمیا کا زبردست عالم پیرس کی پبلک لائبریری میں۔ لاطینی زبان میں اسکی چھ کتابیں

		موجود ہیں اسکی اکثر کتابیں طبع ہوئیں سب سے پہلے اسکی تصنیفات ۱۴۹۹ء میں چھاپی گئیں اسکے بعد ۱۶۱۲ء میں لاطینی سے فرنچ میں انکا ترجمہ ہوا اسکی کتابوں کے انگریزی ترجمے ہوئے اور ۱۶۷۸ء میں طبع ہوئے۔
۱۰	جابر فلکی	ہیئت میں اس کی ایک تصنیف تھی جس کا ترجمہ لاطینی میں ہوا۔
۱۱	ابن عباس الزہراوی	طب اور سرجری میں علامۂ دہر تھا اسکی ایک کتاب طب نظری و عملی میں مسمیٰ بہ التصریف لمن عجز عن التالیف ہے۔ اس میں فن جراحت کے متعلق جو حصہ ہے اسکا ترجمہ عبرانی میں مع ترجمۂ لاطینی کے ۲ جلدوں میں اکسفورڈ سے علامہ تنشانغ نے چھاپا۔ اور پوری کتاب کا لاطینی میں ترجمہ ہوکر ۱۵۱۹ء میں اوغسبورغ سے شایع ہوا۔
۱۲	الحسن ابن الہیثم	ریاضیات کا بڑا عالم تھا۔ اسکی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ ہوا اور وہ ۱۵۷۲ء میں شایع ہوئیں۔

		ہندسہ میں اسکی ایک تصنیف کا خلاصہ موسیو سدیو نے چھاپا ہے۔ علم مناظر میں اسکی کتاب جو سات جلدوں میں ہے اسکا ترجمہ لاطینی میں ہوا اور بازل سے شایع ہوا۔
۱۳	ابن العوام اندلسی	علم نباتات کا ماہر تھا۔ فن زراعت پر اسکی ایک کتاب تھی جس کا ترجمہ فرنچ زبان میں موسیو کلیمان نے کرایا اور ۱۸۶۶ء میں چھاپا۔
۱۴	ابو زکریا محمد ابن محمود القزوینی	جغرافیہ اور نیچرل ہسٹری (تاریخ طبعی) کا بڑا ماہر تھا۔ اسکی مشہور تصنیف عجائب المخلوقات کا فرنچ زبان میں ترجمہ ہوا اور ۱۸۰۵ء میں پیرس سے شایع ہوا۔ اور لاطینی ترجمہ مع لاطینی شروح کے ۱۸۵۶ء میں لیپزگ سے ولیم فونک کے اعتناء سے شایع ہوا۔
۱۵	ابن البیطار	علم نباتات میں اسکی ایک کتاب الجامع لمفردات الادویہ والاغذیہ کا ترجمہ ڈاکٹر لکرک نے دو جلدوں میں کیا جو ۱۸۷۷ء میں پیرس سے شایع ہوا

۱۶	ابن یونس	علم ہیئت میں اس کی مشہور تصنیف کتاب "الزیج الکبیر الحاکمی" کا ترجمہ علامہ کوساں دی پرسفال نے ۱۸۰۴ء میں مع اصل متن کے ۴ جلدوں میں پیرس سے شایع کیا۔
۱۷	نصیر الدین طوسی	ہیئت میں اسنے ہلاکو کے حکم سے ایک زیج مرتب کی تھی جو "زیج الخانی" کے نام سے مشہور ہے۔ اسکا خلاصہ لاطینی میں ۱۸۴۰ء میں شایع ہوا اور پیشتر ۱۶۵۲ء میں بھی چھپا تھا۔
۱۸	الوغ بیگ	امیر تیمور کا پوتا۔ بڑا ریاضی داں تھا۔ اسکی تصنیف سے زیج سلطانی ہے لاطینی میں اسکا ترجمہ ہوا۔ یہ کتاب ۱۶۶۵ء میں اکسفورڈ سے اور ۱۶۵۰ء میں لندن سے شایع ہوئی۔
۱۹	ذکریا رازی	مشہور طبیب۔ اسکی تصنیفات کی تعداد تقریباً ۲۲۶ ہے۔ اسکی اہم کتابوں کا ترجمہ لاطینی میں ہوا اور ۱۴۸۶ء میں شایع کی گئیں۔ جدری (چیچک) پر اس کے ایک رسالہ کا ترجمہ لاطینی زبان میں ۱۷۶۶ء اور ۱۸۴۶ء میں چھپا اور اسکے

		ترجمے یورپ کی اکثر زبانوں میں ہوئے۔
۲۰	ابن طفیل اندلسی	ہیئت وفلسفہ کا بڑا عالم تھا۔ فلسفہ میں اسکی مشہور کتاب حی بن یقظان کا ترجمہ لاطینی میں ڈاکٹر پوکاک نے ۱۶۷۱ء اور ۱۷۰۰ء میں آکسفورڈ سے مع اصل متن کے شائع کیا۔
۲۱	ابوالحسن بہمنیار	فلسفہ ارسطو کا ماہر اور ابن سینا کا شاگرد۔ عقلیات میں اسکے دو مقالے جرمنی میں مع اصل متن اور شرح کے لیپزیگ میں ۱۸۵۱ء میں ڈاکٹر سلیمان بوبر نے شائع کئے۔
۲۲	یحییٰ بن جزلہ	فن طب کی اس کی ایک کتاب تقویم الابدان فی تدبیر الانسان" کا ترجمہ فرنچ میں ۱۵۳۲ء میں استراسبورغ سے شائع ہوا۔
۲۳	ابومروان بن زہر	معالجات طب میں اس کی ایک کتاب التیسیر فی المداواۃ والتدبیر کا لاطینی ترجمہ ۱۴۹۰ء میں بندقیہ سے اور ۱۵۳۱ء میں لیون سے شائع ہوا۔ حمیات میں اسکے دو رسالوں کے ترجمے ۱۵۶۸ء میں لاطینی زبان

میں بندقیہ سے شایع ہوئے جو اطباء یورپ کے نزدیک اب تک مستند و معتبر سمجھے جاتے ہیں۔

یہاں ہم مصنفین کے ساتھ ان کی تمام تصنیفات کی ایک مفصل فہرست دینا مناسب سمجھتے ہیں جن کا ترجمہ یورپ کی متعدد زبانوں میں ہوا۔ اگرچہ یہ فہرست مکمل نہیں کی جا سکتی تاہم اس سے یہ اندازہ کرنے کا موقعہ ملیگا کہ یورپ تمام علوم و فنون میں مصنفین اسلام کا کسقدر زیر بار احسان ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مترجم
۱	السمع والبصر	یعقوب کندی	گرمونی
۲	الغایة	"	"
۳	الاحکام	"	"
۴	التوحید	"	"
۵	الاسباب المختلفہ	"	نامعلوم
۶	مستقبل المعرفة	"	"
۷	اقراباذین فی ترکیب الادویہ	"	"
۸	الامطار والریاح	"	"
۹	خصائص العناصر	فارابی	"
۱۰	السمع الطبیعی	"	گرمونی

۱۱	المنطق	فارابی	گرمیونی
۱۲	العلوم	"	"
۱۳	مطالع العلم	"	گندیسانفی
۱۴	اقسام الفلسفہ	"	"
۱۵	العقل والمعقول	"	نامعلوم
۱۶	الکیمیاء	"	"
۱۷	الحاوی	زکریا رازی	ذراغوٹ
۱۸	المنصوری	"	گرمیونی
۱۹	الضوء	"	"
۲۰	الاقسام	"	"
۲۱	المدخل فی الطب	"	"
۲۲	الاغذیہ	"	"
۲۳	علل المفاصل	"	نامعلوم
۲۴	امراض الجلد	"	"
۲۵	التریاق	"	"
۲۶	الجدری والحصبہ	"	"
۲۷	شرح الرسائل فی اسرار الحکمۃ المشرقیہ	ابن سینا	علامہ جهرن

۲۸	القانون		ابن سینا	گریمونی
۲۹	قلب انسان		"	خیانوت
۳۰	الارجوزة فی الطب		"	ارسنکو
۳۱	شرحها		"	"
۳۲	الشراب		"	الباغوس
۳۳	النفس		"	اشبیلی
۳۴	ما بعد الطبیعة		"	گوندیسالفی
۳۵	الطبیعیات		"	"
۳۶	السماء والعالم		"	"
۳۷	مختصر الحیوان		"	اسکاٹ
۳۸	التعریفات		"	نامعلوم
۳۹	الکیمیاء		"	"
۴۰	المجیز الفلسفی		"	"
۴۱	الحدود		"	"
۴۲	المنطق		"	"
۴۳	الفلسفة الاولی		"	"
۴۴	الکلیات فی الطب		ابن رشد	ارمنگو

۴۵	رسالۃ توحید والفلسفۃ	ابن رشد	مولر
۴۶	الادویۃ المفردہ	〃	ماین
۴۷	التریاق	〃	نامعلوم
۴۸	السموم	〃	〃
۴۹	شرح السماء والعالم	〃	اسکاٹ
۵۰	شرح النفس	〃	〃
۵۱	القوی الطبعیہ	〃	〃
۵۲	الراجم	〃	〃
۵۳	احکام النجوم	ماشاء اللہ	اشبیلی
۵۴	احکام القرآنات والممازجات	〃	〃
۵۵	الاسطرلاب	〃	نامعلوم
۵۶	الدائرہ	〃	کریمونی
۵۷	الجراحۃ	زہراوی	〃
۵۸	المرق	〃	سمعان الجنوی
۵۹	النظر والعمل	〃	نامعلوم
۶۰	التصریف فی الجراحۃ	〃	تشانتغ
۶۱	الملکی	علی بن عباس	قسطنطین

٦٢	تقویم الابدان	ابن جزلہ	فراغوٹ
٦٣	التیسیر فی المداواۃ والتدبیر	ابن زہر	تبا فینوش
٦٤	الطبیعۃ وما ورائہا	الغزالی	گوندیسالفی
٦٥	میزان العمل	″	پنیوگول وثالی
٦٦	مقاصد الفلاسفہ	″	گوندی سالیفی
٦	الزیج	خوارزمی	اویارالباطی
٦	المدخل	″	″
٦	الجبر	″	گرمیونی
	الہندسہ	اولاد شاکر	
	الالفاظ الادویہ	نورالدین بن عبداللہ جراحی	فرانسیس گلاڈوین
	رصود البتانی	محمد بن جابر البتانی	نامعلوم
	الجبر	ابوکامل شجاع	گرمیونی
	الاسطرلاب	ابن صفار	نامعلوم
	المثلثات الکرویہ	جابر بن افلح	″
	زیج الکبیر الحاکمی	ابن یونس	ادسان ری برسفال
	قانون المسعودی	البیرونی	سخاؤ
	اسرار الحکمۃ المشرقیہ	ابن طفیل	پوکاک

۷۹	المدخل فی النجوم	القبیصی	اشبیلی
۸۰	الانواء	ابن العوام	گریمونی
۸۱	کتاب الفلاحۃ	"	موسیو کلیمان مولیہ
۸۲	الزیج	زرقانی	گریمونی
۸۳	السموم	المیمونی	المسینی
۸۴	النجوم	الفرغانی	گریمونی و اشبیلی
۸۵	زہر النجوم	البلخی	اشبیلی
۸۶	الاختیار	"	نامعلوم
۸۷	الرعد	"	"
۸۸	کتاب فی العدد و آلات الرصد	ابو الحسن علی بن احمد	سدیو
۸۹	الفجر والشفق	ابن ہیثم	گریمونی
	وغیرہ [1]		

یورپ ہمارے احسانات کو چھپانیکی کوشش کرتا ہے

یہ عجیب بات ہے کہ یورپ اہل اسلام کے ان بیش بہا احسانات کو چھپانیکی کوشش کرتا ہے مگر جو باتیں کہ روز روشن کی طرح اہل مشرق پر آشکارا ہیں وہ چھپانے سے کہیں چھپ سکتی ہیں؟

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ اس فہرست میں ہمنے اُن یہودی و نصرانی وغیرہ غیر مسلم لوگوں کی تصانیف کو قلم انداز کیا ہے جنھوں نے خود علماء اسلام ہی سے تحصیل و استفادہ کرکے اپنی کتابیں لکھیں تھیں۔

ایک امریکن مصنف اس احسان فراموشی کے متعلق افسوس ظاہر کرتا ہے کہ :-

"جس طریقہ سے یورپ کے لٹریچر نے مسلمانوں کے سائنٹفک علمی و ادبی احسانات کو پس پشت ڈالدینے کی کوشش کی ہے اسپر مجھے سخت افسوس ہوتا ہے۔ مگر یقیناً وہ بہت دیر تک چھپ نہیں سکتا۔ وہ ناانصافی جو مذہبی بغض وعناد اور قومی افتخار پر مبنی ہوتی ہے اسکو ہمیشہ قیام نہیں ہوتا" یورپ کے عیسائی مصنفین نے ہر سبجکٹ پر قلم اٹھاتے وقت خواہ اُس کا موضوع تاریخ ہو یا مذہب۔ یا سائنس۔ جب اپنے فتحمند مخالفین کا ذکر کیا ہے تو اسی طرح زہر اگلا ہے۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جس چیز میں وہ کوئی منفعت کا پہلو نہ نکال سکیں اُسے چھپائیں اور جس چیز کو چھپا نہ سکیں اسکی تنقیص کریں (کانفلکٹ صفحہ ۹۲)

گاڈفری ہگنس لکھتا ہے :-

"میں بخوبی جانتا ہوں کہ عیسائی لوگ مسلمانوں۔ اونکے مذہب۔ اور ہر اُس چیز کو جو اُن سے تعلق رکھتی ہے سخت حقارت و نفرت سے دیکھتے ہیں۔ مگر تحقیق کرنے سے انکو معلوم ہو جائیگا کہ یہی مسلمان اپنے مذہب کی بنیاد پڑتے ہی روئے زمین پر ایسی فیاض اور روشنضمیر قوم نکلے تھے کہ ہم یہ نسبت قدماء کے مفید علوم کی اشاعت کیلئے ان کے بہت ممنون ہیں" (اپالوجی فور دی لائف اینڈ کیریکٹر آف محمدؐ صفحہ ۵ لندن ۱۸۲۹ء)

خاتمہ

دنیا بدلتی رہتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہے۔ یہ قدرت کا اٹل قانون ہے۔ اگر آیندہ کوئی مورخ مسلمانوں کی موجودہ حالت کا معائنہ کرنے کے بعد یہ کہے کہ یورپ کسی بات میں ان کا گران بار احسان نہیں ہے تو اوس کی یہ بہت بڑی غلطی ہوگی ہمارے حال کو ماضی سے مطابق کرنا اور پھر اوس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یورپ اپنے تمدن وتہذیب کے لئے اہل اسلام کا رہین منت نہیں ہے۔ ایک متعجلانہ اور بعید از غور وفکر کام ہے۔ اقوام یورپ کی ترقی یافتہ زندگی کے "کسی شعبہ عمل کی جانچ کرو تم کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ وہ اُنھی مسلمانوں سے ماخوذ ہے۔ جو نفرت وحقارت سے دیکھے جاتے ہیں" حاشا ہم مسلمانوں کو یورپ کے تمام علوم وفنون کو ترقی دینے پر کسی قسم کا رشک وحسد نہیں ہے۔ لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ اُنکا سنگ بنیاد نصب کرنے والے ہمیں تھے۔

عالم زماتہی وزافغان ماپُراست
شد عندلیب خاک کہ چمن از نواپُراست

مینائے سخن — منشی امیر مینائی مرحوم کا کلام حسن قبولیت میں جو پایہ رکھتا ہے وہ دوسرے شعرا کے کلام کو کم نصیب ہے۔ یہ مرحوم کے کلام کا وہ مجموعہ ہے جو ایک مدت سے پڑا تھا اہل ذوق اس سے ... تھوڑے دنوں میں حوادث بالکل نابود کر دیتے یہ خیال سے مٹ جاتا لیکن باعث مسرت ہے کہ ... اچھوتے ... عام طور سے شایع ہو گیا قیمت مجلد عہ غیر مجلد عمر

بیگمات بنگال — مرشد آباد بنگال کی بیگموں کا یہ ایک مختصر و مستند تذکرہ ہے جو ایک بنگالی بابو برجندر ناتھ بنرجی نے بڑے کاوش و استناد سے مرتب کیا ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ اردو ... بچیوں کو پڑھایا جائے۔ قیمت ......



انسانی قربانیاں ... معاشرتی اصلاحی ...

... کے لحاظ سے خاص ...

... تعلق رکھتا ہے ...

... جات ...

... ہے جو نظر بھی نہیں آسکتی۔

... قیمت ......

سیاحت زمین — یہ ترجمہ ... حکایات ... ہو چکا ہے اسکے عجیب کارآمد ہونے ... اردو میں ترجمہ کرایا ... گئی ... شایع کرایا گیا ہے جغرافیہ و ریاضی کے کچھ اہم اور مشکل مسائل بھی اس خوبی سے ذہن نشین کرائے ہیں کہ ذرا طبیعت پر نہیں پڑتا۔ آخر میں ... معلومات ... دنیا کا ... ہو گیا ہے جس ... قیمت عمر

(پتہ: دائرہ ادبیہ لکھنؤ)